قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ



حُبُّ النبی صلی اللہ علیہ وسلم

مؤلف

شیخ طریقت حبیب الامت حضرت مولانا ڈاکٹر حکیم محمد ادریس حبان رحیمی ایم ڈی چرتھاولی حفظہ اللہ

خلیفہ ومجاز حضرت حاذق الامت پرنامبٹ (خلیفہ ومجاز حضرت مسیح الامت جلال آبادی) بانی ومہتمم دار العلوم محمدیہ وخانقاہ رحیمی بنگلور

شرح

القصیدة الرشیدة فی ذکر النبی صلی اللہ علیہ وسلم

مولفہٗ

بحر العلوم حضرت مولانا حکیم عبد الرشید محمود المعروف حکیم ننھوں میاں رحمۃ اللہ علیہ نبیرہ امام ربانی حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ

تبریک

فخر الاماثل قدوۃ السالکین حضرت مولانا ابو القاسم نعمانی حفظہ اللہ مہتمم دار العلوم دیوبند یوپی

مکتبہ طیبہ دیوبند 242554

نام کتاب	:	حب النبی صلی اللہ علیہ وسلم
مولف	:	حبیب الامت حضرت مولانا ڈاکٹر حکیم محمد ادریس حبان رحیمی حفظہ اللہ
شرح	:	القصیدۃ الرشیدہ فی ذکر النبی
مولفہٗ	:	بحر العلوم حضرت مولانا حکیم عبد الرشید محمود رحمۃ اللہ علیہ
کتابت وتزئین	:	مولانا عبید الرحمٰن قاسمی، مولانا فہیم احمد قاسمی حبان گرافکس بنگلور
صفحات	:	144
تعداد	:	گیارہ (۱۱۰۰) سو
قیمت	:	........................روپے
ناشر	:	مکتبہ طیبہ نزد سفید مسجد دیوبند، سہارنپور یوپی

مرتب کا مکمل پتہ

RAHEEMI SHIFA KHANA
#248, 6th Cross, Gangondanahalli Main Road,
Nayandhalli Post, Maysore Road
BANGALORE - 560039 (INDIA)
Ph.: 080-23180000, 23397836/72
www.raheemishifakhana.com
E-mail.: raheemishifakhana@yahoo.com

فہرست

نمبر شمار	مضامین	صفحہ
1	انتساب	4
2	تبریک	5
3	تاثرات	7
4	تحسین وتصویب	10
5	فیضانِ محمود رحمۃ اللہ علیہ	13
6	تہدیہ القصیدۃ	17
7	اعتراف	18
8	ھوالرشید	19
9	فضائل النبی ﷺ	70
10	شمائل النبی ﷺ	87

☆☆☆

انتساب

بحمد اللہ تعالیٰ

''حب النبی ﷺ'' شرح القصیدۃ الرشیدۃ فی ذکر النبیؐ کا انتساب امام الہدیٰ، امام الانبیاء، سید المرسلین والمتقین ،احمد مجتبیٰ حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کے نام نامی معنون کرنے کی سعادت حاصل کررہا ہوں۔ اللہ تعالیٰ مجھے اور میرے جملہ متعلقین کو حضور اکرم ﷺ کے دست مبارک سے آبِ کوثر کی سعادت عطا فرمائے ،اور بارگاہِ رسالت مآبؐ میں یہ نذرانۂ عقیدت ومحبت خدا کرے قبول ہوجائے، آمین ثم آمین!

ادنیٰ امتی

محمد ادریس حبان رحیمی

۲۸ رفروری ۲۰۱۳ء بروز جمعرات بعد نماز عشاء

تبریک

فخر الاماثل، قدوۃ السالکین حضرت مولانا ابوالقاسم نعمانی حفظہ اللہ

مہتمم و استاذِ حدیث دار العلوم دیوبند سہارنپور یوپی

حضرت مولانا حکیم عبدالرشید محمود عرف حکیم ننھومیاں رحمۃ اللہ علیہ کی شخصیت اہل علم اور خصوصاً حلقۂ دیوبند میں محتاج تعارف نہیں۔ امام ربانی حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی قدس سرہ کے نبیرۂ اجل ہونے کی وجہ سے جو خاندانی اور نسبی عظمت ان کو حاصل تھی احترام وعقیدت کے لیے یہ نسبت ہی کافی تھی؛ لیکن اعلیٰ تربیت، پختہ علمی صلاحیت اور اپنی حذاقت ومہارت کی بنا پر ذاتی حیثیت سے بھی حکیم صاحب اپنے ہم عصروں میں ممتاز اور نمایاں شخصیت کے مالک تھے۔

اجلاس صد سالہ کے موقع پر موتمر ابنائے قدیم دارالعلوم دیوبند کے اجلاس میں حضرت حکیم صاحب کے مشہور برجستہ عالمانہ خطاب کو براہ راست سننے کی سعادت اس ناکارہ کو بھی حاصل ہوئی تھی، حاضرین میں ہم جیسے ہزاروں طفلاں مکتب کے ساتھ سیکڑوں زبان وبیان اور علم وحکمت کے شناور علماء وخطبا بھی موجود تھے؛ لیکن پورا مجمع سرتاپا حیرت واستعجاب کا مجسمہ بنا ہوا ہمہ تن گوش تھا۔

برجستگی اور فی البدیہہ گوئی میں بھی مضامین کی آمد اور بلیغ ترین تعبیرات کے قالب میں ڈھلا ہوا انداز بیان نہ اس سے پہلے مشاہدہ میں آیا نہ اس کے بعد۔

ویسے مرشدی واستاذی فقیہ الامت حضرت مولانا مفتی محمود حسن گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کی خادمانہ معیت میں گنگوہ حاضری کے کے موقع پر حضرت حکیم صاحب کے مطب

میں حاضری اور ان دونوں بزرگوں کی بے تکلف مجلس سے مستفید ہونے کا موقع مل چکا تھا اور حضرت مفتی صاحب کے مسجد چھتہ میں قیام کے دوران بھی ایک دو بار حضرت حکیم صاحب کی وہاں تشریف آوری کے موقع پر بندہ کو حاضری کی سعادت مل چکی تھی۔ ''القصیدۃ الرشیدۃ فی ذکر النبی ﷺ'' کے بارے میں پہلی بار واقفیت ''حب النبی ﷺ'' نامی شرح سے ہوئی۔ اور حیرت اس بات پر ہوئی کہ عربی زبان وادب اور سیرت ومعجزات سے متعلق اعلیٰ معلومات سے بھرپور یہ قصیدہ حکیم صاحب کے زمانہ طالب علمی کا کلام ہے جو اب سے ۹۰ سال قبل ۱۳۴۷ھ میں پہلی بار شایع ہوا تھا۔ اس کے بعد سے یہ قصیدہ گوشۂ خمول میں پڑا ہوا تھا۔

جناب مولانا حکیم محمد ادریس حبان رحیمی زید مجدہم کو اللہ تعالیٰ خوب خوب جزائے خیر دے کہ انہوں نے نہ صرف یہ کہ اس نایاب قصیدہ کو دوبارہ اہل علم تک پہنچانے کا انتظام فرمایا؛ بلکہ اپنی تشریح وتوضیح کے ذریعہ اس سے استفادہ کو بھی آسان فرمادیا۔ اور میرے قدیم بے تکلف شناسا جناب مولانا محمد طیب صاحب قاسمی بھی اپنے مکتبہ طیبہ دیوبند سے اس کو شایع کرکے مستحق تبریک وتشکر ہوگئے ہیں، اُن ہی کے اصرار پر یہ سطریں حوالہ قرطاس ہیں۔

اللہ تعالیٰ اس علمی خدمت کو قبول فرمائے۔ اور اس سے استفادہ کی توفیق بخشے، آمین!

ابوالقاسم نعمانی غفرلہٗ
مہتمم دارالعلوم دیوبند
۴/ربیع الاوّل ۱۴۳۷ھ

تاثرات

گنجینۂ علم وعرفاں حضرت مولانا مفتی محمد سلمان صاحب گنگوہی دامت برکاتہم

محدث جامعه اشرف العلوم رشیدی گنگوه ضلع سهارنپور یوپی

الحمد لولیه والصلوة علی اهلها امابعد!

ہزار بار بشویم دہن رابمشک وگلاب
ہنوز نام تو گفتن کمال بے ادبی است

رئیس المتکلمین حضرت مولانا حکیم عبدالرشید محمود صاحب (عرف حکیم ننھو میاں) رأس الفقہاء قطب الاقطاب شیخ المشائخ فقیہ النفس حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی قدس سرہٗ کے پوتے اور حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے مجاز صحبت تھے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے حکیم ننومیاں صاحب کو ان دونوں حضرات کے علمی وعملی محاسن وکمالات سے وافر حصہ مرحمت فرمایا تھا جس کا اندازہ اس سے بھی لگایا جاسکتا ہے کہ حضرت حکیم صاحب نے اپنی مادر علمی ام المدارس دارالعلوم دیوبند میں تحصیل علم کے دوران اپنے حضرات اساتذہ کرام ذی وقار کی نگرانی میں رہ کر خاتم النبیین شفیع المذنبین احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ ﷺ فداہ ابی وامی سے جو والہانہ عشق ومحبت آپ کے قلب میں موجزن تھا اس کا اظہار صفحۂ

قرطاس پر اشعار میں بہ شکل ''القصیدۃ الرشیدہ فی ذکر النبی ﷺ'' کیا جو ١٣٤٧ھ میں حضرت حکیم الاسلام مولانا قاری محمد طیب صاحبؒ مہتمم دارالعلوم دیوبند کے زیر نگرانی طبع ہوکر منظر عام پر آئی۔ اس کے بعد مسلسل شب وروز حضرت حکیم صاحب علیہ الرحمہ نے جو قرآن وحدیث اور سیر صحابہ وغیرہ کا مطالعہ نظر غائر سے کیا اور دن بدن عشق الٰہی وعشق نبی صلی اللہ علیہ وسلم میں اس سے کتنا اضافہ ہوا ہوگا یہ صاحب بصیرت ہی سمجھ سکتے ہیں۔

حضرت حکیم صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے عربی اشعار پر دوسرے علوم پر محنت کے ساتھ ساتھ اس فن کو بھی باقاعدہ حضرت تھانویؒ کے اجلّ خلیفہ حضرت مفتی محمد شفیع صاحبؒ سابق مدرس دارالعلوم دیوبند سے حاصل کیا یعنی عربی اشعار لکھ کر حضرت مفتی شفیع صاحبؒ کو دکھلایا کرتے تھے۔ چنانچہ اپنی مختصر سوانح بھی حضرت نے عربی اشعار میں لکھی جو اشعار محمود کے نام سے شائع ہوئی۔ نیز نواب نظام الملک جس وقت حیدرآباد سے دارالعلوم دیوبند میں آئے ان کی منقبت عربی اشعار میں لکھی جو اس وقت ایک اخبار میں بھی شائع ہوئی تھی۔

بہر حال حضرت حکیم صاحبؒ کی یہ کتاب صرف ایک مرتبہ شائع ہوئی اس کے بعد یہ نایاب تھی۔ احقر راقم الحروف کے قدیم ساتھی جناب مولانا ڈاکٹر حکیم محمد ادریس حبان رحیمی حفظہ اللہ بانی مدیر دارالعلوم محمدیہ بنگلور جو ماشاء اللہ تعلیمی دور سے ہی متانت وسنجیدگی کے حامل اکابر وبزرگان دین سے خصوصی تعلق اور ان کا ادب واحترام کرنے والے اور حضرت مولانا حکیم ننومیاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے برادر صغیر جناب الحاج مصطفیٰ کامل رشیدی اعرابیؒ کے صحبت یافتہ ہیں، آپ نے خانقاہِ قدوسیہ رشیدیہ گنگوہ میں آٹھ سالہ طویل مدت گذار کر تزکیۂ نفس اور مختلف علوم وفنون حاصل کئے، پھر جنوبی ہند میں دارالعلوم محمدیہ، خانقاہِ رحیمی ورحیمی شفاخانہ قائم

کر کے روحانی وجسمانی علاج ومعالجہ کے ذریعہ خدمت خلق میں مصروف ہیں، آپ ماہنامہ نقوشِ عالم بنگلور کے چیف ایڈیٹر، آل انڈیا انجمن مدارس کرناٹک کے صدر، مختلف مدارس ومکاتب اور تنظیموں کے سرپرست اور پچاس سے زائد کتابوں کے مصنف ہیں، جن میں سے بیشتر ہند وبیرونِ ہند میں شائع ہو کر از حد مقبولیت حاصل کر چکی ہیں۔ آپ کے مختلف خطبات ''خطباتِ رحیمی، خطباتِ حبان، تفسیری خطباتِ حبان، خطباتِ رمضان وغیرہ عام فہم زبان کی بدولت بے حد مقبول ہیں۔

اسی سلسلہ کی ایک کڑی حضرت حکیم نھوں میاں کا تصنیف کردہ رسالہ ''القصیدۃ الرشیدہ فی ذکر النبیؐ'' کی شرح ''حب النبی ﷺ'' ہے، جس کے ہر ہر شعر کی آپ نے مزید تشریح وتوضیح کے بعد اس فرمائش کے ساتھ ارسال فرمائی کہ یہ ناچیز بھی آپ کی بزم میں شرکت کر سکے جس کیلئے بندہ بے حد ممنون ہے، حضرت حکیم صاحبؒ کو مبدأ فیاض نے نظم ونثر اور انشاء پردازی میں بھی پوری قدرت عطا فرمائی تھی جس کا کچھ نظارہ کرنا ہو تو حضرت حکیم صاحبؒ کی مجلس میں ایک بکثرت حاضر باش کی لکھی ہوئی حضرت کی مختصر سوانح ''حیات نھومیاں'' کا مطالعہ کریں۔

اللہ پاک میرے مخلص دوست اور قدیم ساتھی حضرت مولانا ڈاکٹر حکیم محمد ادریس حبان رحیمی چرتھاؤلی کی اس سعی جمیل کو قبول فرمائے اور پوری امت کو اتباع سنت کی توفیق عطا فرمائے۔ اللہ تعالیٰ اس کتاب اور حضرت حکیم صاحب کی برکت سے امت مسلمہ میں اتباع سنت کا ذوق وشوق عطا فرمائے اور خلاف سنت امور سے طبیعتوں میں تنفر پیدا فرما کر دارین میں جزائے خیر عطا فرمائے آمین یا رب العالمین!

حررہ العبد: محمد سلمان گنگوہی
مدرس جامعہ اشرف العلوم رشیدی گنگوہ سہارنپور
یکم جمادالاخری ۱۴۳۴ھ

تحسین وتصویب

پیکرِ علم وعمل حضرت مولانا مفتی محمد ساجد قاسمی کھجناوری دامت برکاتہم

مدیر تحریر ماہنامہ "صدائے حق" واستاذ جامعہ اشرف العلوم رشیدی گنگوہ

الحمد لله رب العٰلمین والصلوٰة والسلام علیٰ خیر خلقه محمد واٰله وصحابته اجمعین امابعد!

اللہ جل وعلیٰ کی حمد وثنا کے بعد شکر وسپاس کی سب سے زیادہ مستحق اگر کوئی محبوب شخصیت ہے تو وہ سید الاولین والآخرین صاحبِ لولاک خاتم الانبیاء حضرت محمد عربی ﷺ کی ذات والا صفات ہے جن کی سراپا خیر وبرکت شخصیت کے صدقہ میں اس کائنات کو نہ صرف وجود بخشا بلکہ اسے ہر طرح کی فلاح وبہبود سے ہم آہنگ کرنے کیلئے اسوۂ نبی پر گامزن رہنے کی تلقین وترغیب بھی دی گئی ہے اور صرف جن وانس ہی کیا کل کائنات کو اس صاحبِ لولاک کا بھی ممنون وشکر گذار ہونا چاہئے۔

چنانچہ اسی جذبہ وعقیدہ کا لازمی نتیجہ ہے کہ خیر القرون ہی سے آپ ﷺ کی شانِ اقدس میں قلبی واردات قلم بند کر کے اہل علم وقلم اپنی زبان وذہن کو مشک بار کرتے رہے ہیں، یہی وارداتِ قلبیہ اور انفعالاتِ حسیہ جو دراصل آپ ﷺ کی عقیدت کے تئیں اپنے پاکیزہ احساسات وجذبات کا اعلامیہ بھی کہا جا سکتا ہے، جب نظم کا روپ دھار لیتا ہے تو نعت کی شکل میں جلوہ نما ہوتا ہے، کائنات کی سب

سے محبوب ترین شخصیت کی خدمت میں منظوم خراج تحسین کرنے کیلئے یہ نعت گوئی بھی ادب ہی کی ایک امتیازی صنف ہے، یہ نوع اپنی نزاکت کے اعتبار سے بھی بڑی پر خطر ہے تو پرشکوہ بھی، چنانچہ اس راہ میں وہی لوگ سعادتوں سے بہرہ ور ہو سکتے ہیں جنہیں خالق ومخلوق کے حقیقی رشتے اور فرقِ مراتب کا ادراک ہو، مزید برآں زبان وبیان کی صحت وراستی کا سرمایہ بھی انہیں حاصل ہو، بصورت دیگر ذراسی زلت بھی بسا اوقات حبط اعمال کا سبب بن جاتی ہے نعوذ باللہ منہ۔

پیشِ نظر کتاب ''القصیدۃ الرشیدۃ فی ذکر النبی علیہ السلام'' بھی بزبانِ عربی نعتیہ کلام کا ایک وقیع گلدستہ ہے جس کا ہر ہر لفظ تقدس میں نہایا ہوا معلوم ہوتا ہے، اور ایسا کیوں نہ ہو کہ صاحبِ قصیدہ ایک ممتاز عالم دین اور علمی وروحانی عظمتوں کے حامل ایک تقدس مآب خانوادہ کے چشم وچراغ تھے اس سے میری مراد بحر العلوم حضرت مولانا حکیم عبدالرشید محمود عرف ننھو میاں قدس سرہ کی ذات گرامی ہے، انہیں قطب الاقطاب امام ربانی حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی متوفی ۱۹۰۵ء کے نبیرۂ اجلّ ہونے کا بھی انتساب حاصل ہے، حضرت حکیم صاحب اپنے علمی ومعنوی کمالات میں یکتائے روزگار تھے انہیں ارسطو زماں بھی کہا گیا ہے، اللہ پاک نے علم وعمل کا حصہ وافرہ انہیں ودیعت فرمایا تھا، چنانچہ تقریر وتحریر میں طاق صفت رکھتے تھے اردو وعربی پر یکساں عبور حاصل تھا، بلکہ عربی زباں وادب کے قالب میں بھی ایسے ایسے قافیے باندھتے کہ اچھے پڑھے لکھوں کے چھکے چھوٹ جائیں، مذکورہ کتاب بھی ان ہی کے منظوم کلام کا ایک خوبصورت مجموعہ ہے جو تقریباً نوے سال پیشتر اشاعت پذیر ہو کر علمی حلقوں سے داد تحسین وصول کر چکا ہے۔

اب نئے رنگ وآہنگ اور جدید طرز وترتیب پر خوشگوار اضافوں کے ساتھ بنام ''حب النبوی فی ذکر النبی ﷺ'' منصۂ شہود پر آرہا ہے، جس کی تسہیل وتہذیب کا

فریضہ ہمارے مخدوم گرامی مرتبت حضرت مولانا حکیم ڈاکٹر محمد ادریس حبان رحیمی صاحب نے انجام دیا ہے، حضرت حکیم مولانا محمد ادریس حبان صاحب دام اقبالہ کے تعلق سے اتنا عرض کردینا کافی ہوگا کہ ماشاء اللہ محترم موصوف خدمت خلق کے باب میں اپنی روشن خدمات اور فاتحانہ پیش رفت کے ساتھ زبان وقلم کی محفلیں آراستہ کرنے میں بھی خاصے نیک نام ہو چکے ہیں، ان کے رشحات قلم ادبیات کے کتنے ہی گوشوں پر محیط ہیں وہ بے تکان لکھتے پڑھتے ہیں، قلم وقرطاس سے ان کا اٹوٹ رشتہ ہے جو ہر لمحہ ترقی پذیر ہے، انہوں نے نسبتِ گنگوہ شریف کو کئی زاویوں سے جذب کیا ہے، اسی لئے ان کا دائرہ عمل وسیع بھی ہے اور متنوع بھی، نئے نئے انفس وآفاق کھوج حضرت موصوف کا مطمح نظر ہے خوش بختی کہ فیروز واقبال مندی نے ہر جگہ انہیں سلامی دی ہے اور ان کا فیض اب چہار سو متعدی ہے ''الحب النبوی'' اسی فیض مذکور کا ایک اثر کہا جاسکتا ہے۔ جو اب آپ کی ہی تحریک پر زیورِ طباعت سے آراستہ ہو رہا ہے، یہ امر بھی قابلِ ذکر ہے کہ مولانا موصوف نے حسب ضرورت بعض مواقع پر تشریح وتوضیح کا مرحلہ بھی آسان کردیا ہے جس سے کتاب کی معنویت دوآتشہ بلکہ سہ آتشہ ہوگئی ہے، امید کہ کتاب ذوق وشوق کے ہاتھوں لی جائے گی اور جذبہ کے ساتھ پڑھی جائے گی۔

محمد ساجد کھجناوری

خادم تدریس وادارۂ تحریر ماہنامہ صدائے حق

جامعہ اشرف العلوم رشیدی گنگوہ

۱۷/۱۱/۱۴۳۷ھ/ ۲۱/۸/۲۰۱۶ء

فیضانِ محمودؒ

از: محمد ادریس حبان رحیمی چرتھاوَلی

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم —اما بعد

اللہ وحدہ لاشریک لہٗ کا بے حد کرم واحسان ہے کہ اس نے قرآن مجید اور احادیث رسول ﷺ سے خاص شغف عطا فرمایا۔ پانچ چھ سال کی عمر میں دادا جان محمد سلیمان صاحب مرحوم ومغفور کی توجہ اور خصوصی تربیت کے صدقہ میں اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے محبت نصیب ہوئی۔ (فَلِلّٰہِ الْحَمْدُ وَالشُّکْرُ)

پھر انہوں نے انگلی پکڑ کر مکتب اور مدرسہ کی راہ دکھلائی۔ کاشف العلوم چرتھاول میں داخل کرادیا۔ وہاں کے اساتذہ میں حضرت مولانا رفیق احمد صاحب چرتھاوَلی سابق مہتمم کاشف العلوم، حضرت قاری عبد القدوس صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت حافظ سعید احمد صاحب ولی کامل رحمۃ اللہ علیہ چرتھاوَلی کی توجہ خاص سے قرآن مجید حفظ کیا اور مدرسہ میں رائج تجوید وقرأت کے اسباق کے ساتھ اردو ہندی انگریزی پرائمری نصاب تک پڑھی۔ مگر اس وقت کے اساتذہ کرام اس قدر توجہ کے ساتھ

پڑھاتے اور حق تعلیم ادا کرتے کہ آج اس کی مثال نظر نہیں آتی۔ نصاب کے علاوہ دینیات، سیرت، اخلاق، جغرافیہ، ادب پر اس قدر زور تھا کہ اس وقت کی حاصل کردہ بیشتر معلومات زندگی کے ہر ہر مراحل میں کام آرہی ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان حضرات کو جزائے خیر عطا فرمائے۔ جو نہ صرف پیشہ ور استاد تھے بلکہ ایک مربی اور مشفق اور مہربان معلم کی حیثیت رکھتے تھے۔ بلا شبہ ان حضرات کا حق ادا نہیں ہوسکتا اور یہ بندہ آج جو بھی کچھ ہے اس میں ان نقوش قدسیہ کا ہی طفیل ہے۔

پھر جب درس نظامی کے لئے اشرف العلوم گنگوہ میں داخلہ لیا۔ یہاں کی علمی اور عملی فضا نے اس تشنہ گام پر بے حد اثر دکھایا، اکثر وبیشتر بحر العلوم حضرت مولانا حکیم عبد الرشید محمود نبیرہ حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضری ہوا کرتی تو غایت درجہ شفقت فرماتے، میں نے ایک مرتبہ حضرت سے عرض کیا۔ آپ کی کوئی تصنیف زمانہ طالب علمی یا اس کے بعد کی اگر ہے تو از راہ کرم عنایت فرمائیں۔ تو حضرت نے القصیدۃ الرشید فی ذکر النبی ﷺ عنایت فرمائی۔ ارشاد فرمایا میری کتابیں اور بھی تھیں لیکن اب ان کے نسخے میرے پاس نہیں ہیں شاید دارالعلوم کے کتب خانہ میں دستیاب ہوجائیں۔ اور فرمایا چونکہ یہ کتاب حضور ﷺ کی شان اقدس میں ایک سو سے زائد اشعار پر مشتمل ہے۔ اور تجھ کو اس سے خاص مناسبت ہے۔ اس لئے ایک نسخہ تجھے دے رہا ہوں۔ غالباً یہ بات ۱۹۷۲ء کی ہے۔ یعنی ۴۱ سال قبل حضرت نے یہ نسخہ عنایت فرمایا۔

گذشتہ دنوں اپنے فرزند مولوی حکیم محمد عثمان حبان دلدارؔ قاسمی کے نکاح کے لئے جانسٹھ مظفر نگر جانا ہوا تو گھر کی الماریوں میں رکھے قدیم نسخے دیکھنے کا موقع ملا۔ اس وقت بحر العلوم رحمۃ اللہ علیہ کا عنایت فرمودہ نسخہ بھی ہاتھ آ گیا۔ اور تمام تر یادوں کے ساتھ میں اس تبرک اور قدیم نسخے کو اپنے ساتھ بنگلور لے کر آ گیا۔

قارئین کرام! القصیدۃ الرشید فی ذکر النبی ﷺ کا یہ نسخہ ماہ رجب ۱۳۴۷ھ کو شائع ہوا تھا اس وقت حضرت والا دارالعلوم دیوبند میں ایک طالب علم تھے اور درس نظامی کی تکمیل فرمارہے تھے۔ یعنی ۸۷ سال قبل یہ نسخہ حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے مطبع قاسمی دیوبند سے شائع فرمایا تھا۔

تاجدار مدینہ احمد مجتبیٰ حضرت محمد ﷺ سے محبت ہی تو ایک مسلمان کا اصل سرمایۂ حیات ہے آپ ﷺ سے عشق اور محبت وہ کسوٹی ہے جس پر ایک سچا ایمان والا اپنے امتحان میں کامیاب اور سرخرو ہوکر اللہ تعالیٰ کی بارگاہِ رحمت خاص کا مستحق ٹھہرایا جاتا ہے۔ یہی متاع ایمان اور متاع اعمال صالحات ہے۔

بحرالعلوم حضرت مولانا حکیم نھوں میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی تربت پر لاکھوں کروڑوں رحمتیں نازل ہوں کہ اپنے لڑکپن میں آپ نے حضور علیہ السلام کے عشق ومحبت کی انمول کیفیات سے سرشار ہوکر ایک سو سے زائد اشعار اپنے رشحات قلم سے منظر عام پر لاکر اپنا نام نامی عشاق نبیٔ رسول ﷺ میں شامل کرانے کی سعادت حاصل کرلی۔

موجودہ دور کے عاشقان رسول ﷺ کے لئے بھی یہ ایک انمول تحفہ اور تبرک ہے۔ ان اشعار کو دوبارہ شائع کرانے کا اہتمام کیا جارہا ہے اس کے لئے میں حضرت مولانا محمد طیب صاحب مدظلہ مالک مکتبہ طیبہ دیوبند کا شکر گذار ہوں کہ آپ بنفس نفیس اپنے مکتبہ سے حضرت والا کی اس نایاب کتاب کو شائع کررہے ہیں۔ جزاءکم اللہ خیرا فی الدارین۔

قارئین کرام سے مودبانہ گذارش ہے کہ وہ اس کتاب کے مطالعہ کے وقت حضرت حکیم صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی روح مبارک کو ضرور ایصال ثواب فرمائیں اور اس ناکارہ کیلئے بھی دعائے خیر فرمائیں کہ اکابر کی نعلین میں جگہ میسر آجائے اور کل

قیامت میں اللہ تعالیٰ ان حضرات کے طفیل اپنے محبین میں شامل فرمالے آمین ثم آمین۔ میں مولانا ظہیر احمد قاسمی کا مشکور ہوں کہ انہوں نے اس کتاب میں میرا ساتھ دیا، آخر میں کتاب کا اصل مسودہ جو ۱۳۴۷ھ میں شائع ہوا تھا من وعن شامل کردیا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ قبول فرمائے۔ میرے لئے اور جملہ قارئین کرام کیلئے ذخیرہ آخرت بنائے، آمین ثم آمین یارب العالمین، کتاب کے شروع میں حضرت مولانا خلیل احمد صاحب مرادآبادی رحمۃ اللہ علیہ کا مقدمہ بھی تبرکاً شامل کردیا گیا ہے۔

والسلام

خاکپائے آستانہ بحرالعلوم

محمد ادریس حبان رحیمی چرتھاؤلی

خانقاہ رحیمی ودارالعلوم محمدیہ بنگلور کرناٹک

۲۸/فروری ۲۰۱۳ء

بروز جمعرات بعد نماز عشاء

تهدية القصيدة

الیٰ جناب سید العرب والعجم محمد صلی اللّٰہ علیه وسلم

من احقر الطلبة ابن مسعود الانصاری

یَا نَبِیَّ اللّٰہِ یَا خَیْرَ الرُّسُلْ
جَاءَکَ الْمِسْکِیْنُ بِالْجُهْدِ الْمُقَلْ

(ترجمہ) یارسول اللہ! یہ مسکین اپنی تھوڑی سی کمائی لے کر حاضر ہوا ہے۔

هُنَّ اَبْیَاتٌ حَقِیْرٍ نَظْمَهَا
وَکَثِیْرٌ فِیْ مَعَانِیْهَا الْخَلَلْ

(ترجمہ) یہ تھوڑے سے اشعار ہیں جو معانی کے اعتبار سے (میں جانتا ہوں کہ) بہت ہی کم اور ناکافی ہیں۔

هٰذِهِ الْاَبْیَاتُ قَدْ اَنْشَاتُهَا
ثُمَّ اَهْدَیْتُ لِمِقْدَامِ الرُّسُلْ

(ترجمہ) تاہم یہ آپ کی جناب میں اس لئے پیش کر رہا ہوں۔

کَیْ تَکُوْنَ الذُّخْرُ لِلْعُقْبیٰ وَبِیْ
یَرْتَضِیْ رَبِّیْ وَمَوْلَانَا الْاَجَلْ

(ترجمہ) تاکہ میرے لئے ذخیرۂ آخرت وصدقہ جاریہ ہوں آپ اور آپ کا رب مجھ سے راضی ہو۔

یَارَسُوْلَ اللّٰہِ کُنْ لِیْ شَافِعًا
جَاءَکَ الْمَحْمُوْدُ فِیْ ثَوْبِ الْاَمَلْ

(ترجمہ) یارسول اللہ! خادم محمود بڑی بڑی امیدیں لے کر حاضر ہوا ہے، اسے یوم شفاعت میں نہ بھولئے گا۔

اِنَّمَا اُمِّیْ اَبِیْ نَفْسِی الْفِدَا
ءِ لِقَبْرٍ فِیْهِ مَخْدُوْمُ الرُّسُلْ

(ترجمہ) میں اور میرے ماں باپ اس قبر پر قربان ہوجائیں جو آپ کی آرام گاہ ہے۔

رَبَّنَا صَلِّ عَلَیْکَ مَاتَوَا
لَتْ دَهُوْرًا غدو وَالْاَصَلْ

(ترجمہ) آپ اور آپ کے آل واصحاب پر اللہ جل جلالہ اس وقت تک درود بھیجتا ہے جب تک کہ زمانے اور صبح وشام کا دور قائم رہے۔

اعتراف

بحرالعلوم حضرت حکیم نھومیاں رحمۃ اللہ علیہ کی ذہانت اور علمی استعداد کا ان اشعار سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ آپ کو اللہ تعالیٰ نے غیر معمولی صلاحیتوں سے نوازا اور یہی وجہ ہے کہ آپ کی مجلس میں ہند وبیرون ہند کے علماء کرام، طلباء عزیز اور دانشوران جوق در جوق شریک ہوتے تھے۔

قطب ارشاد امام ربانی حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کا وسیع علم اور فراست ایمانی آپ کو وراثت میں ملی۔ آپ نے اگرچہ کوئی دارالعلوم قائم نہیں فرمایا۔ یا کسی خانقاہ کو رونق نہیں بخشی لیکن بڑے بڑے اداروں اور دارالعلوم میں درس دینے والوں نے آپ سے اکتساب فیض کے طفیل میں بڑے بڑے کارنامے انجام دیئے۔ آپ نے تصوف، معرفت اور حقیقت کے دریا بہادیئے اہل مدارس اور خانقاہ نشینوں کی تربیت فرما کر ان کو زمانہ میں چلنے والا سب سے زیادہ قیمتی سکّہ بنادیا۔

خادم: محمد ادریس حبان رحیمی چرتھاولی

هُوَالرَّشِيد

لَيْسَ فِیْ خَلْقٍ سِوٰی جَهْلٍ جَلَلٍ

مَا لَهُمْ فِی الْعِلْمِ شَیْءٌ وَالْعَمَلُ

(ترجمہ) آج جہل کے سوا کوئی چیز نظر نہیں آتی، مخلوق میں اسی کا دور دورہ ہے، اور علم وعمل مفقود ہے۔

تشریح: حضور اکرم ﷺ سے پہلے کا زمانہ جاہلیت کا دور کہلاتا ہے، چاروں طرف ظلمت وتاریکی چھائی ہوئی تھی، جہالت اپنی تمام حدوں کو پار کرتے ہوئے یہاں تک آپہنچی تھی کہ لوگ کعبۃ اللہ کا پردہ پکڑ کر اپنے گناہوں پر فخر کرتے ہوئے کہا کرتے تھے کہ میں اس باپ کا بیٹا ہوں جس نے سینکڑوں معصوموں کا خون کیا، کوئی آکر کہتا کہ میں اس باپ کا بیٹا ہوں جس نے بڑے بڑے مالداروں کے قافلوں کو لوٹا ہے، چھوٹی چھوٹی باتوں پر ہونے والا بحث ومباحثہ سینکڑوں سالوں تک نہ ختم ہونے والی جنگ کی شکل اختیار کر جاتا، لڑکیوں کو زندہ درگور کیا جاتا اور عبادت کا حال یہ تھا کہ بیت اللہ کا برہنہ طواف کرنا عبادت تصور کیا جاتا۔

ایسے حالات میں اللہ تعالیٰ نے حضور اکرم ﷺ کو مبعوث فرمایا، آپ کی بعثت سے دنیا کی تاریکی چھٹ گئی، اسلام کی کرنیں مشرق ومغرب اور شمال وجنوب پر پڑی تو پورا عالم منور ہوگیا، لوگ جوق در جوق مشرف بہ اسلام ہوکر راہِ ہدایت پر گامزن ہوتے چلے گئے اور دوسرے لوگوں کی بھی ہدایت کے باعث بن گئے۔

خود نہ تھے جو راہ پر اوروں کے ہادی بن گئے

کیا نظر تھی جس نے مردوں کو مسیحا کر دیا

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا خَیْرُ الْقُرُوْنِ قَرْنِیْ ثُمَّ الَّذِیْنَ یَلُوْنَهُمْ ثُمَّ الَّذِیْنَ یَلُوْنَهُمْ کہ تمام زمانوں میں سب سے بہتر میرا زمانہ ہے پھر ان لوگوں کا جو اُن کے متصل ہے پھر ان لوگوں کا جو اُن کے متصل ہے۔

صحابہؓ، تابعین اور تبع تابعین کے بعد اسلام کی روشنی مدھم پڑنے لگی اور جہالت لوٹنی شروع ہوگئی، ان تین قرنوں کے بعد گناہوں میں کثرت ہونے لگی، بدکاری، بے حیائی، فحاشی، عریانیت، چوری، الزام تراشی اور طرح طرح کے گناہ لوگ کھلم کھلا گناہ کرنے لگے بلکہ ان پر فخر کرنے لگے۔

مصنف علیہ الرحمہ شعر کے دوسرے مصرعہ میں فرماتے ہیں کہ ''آج علم وعمل مفقود ہوتا جارہا ہے''۔ سائنس، میڈیکل سائنس اور ٹیکنالوجی کی ترقی سے تو معلوم ہوتا ہے کہ علم کا فقدان نہیں بلکہ علم تو اپنے عروج پر ہے، آج دنیا چاند پر پہنچ چکی ہے اور آسمان کو چھونے کی فکر میں ہے، نئی نئی مشینوں کی ایجاد ہورہی ہے اور علاج ومعالجوں کے نئے نئے طریقے اسپتالوں میں اپنائے جارہے ہیں، لیکن حقیقت میں جس کو علم کہا جاتا ہے یعنی علم نبوت یا علم شریعت اس میں روز بروز کمی ہوتی جارہی ہے، مشاہدہ ہے کہ جو بڑا عالم اس دنیا سے رخصت ہوجاتا ہے اسکی جگہ خالی ہوجاتی ہے، اور عمل کی کوتاہی تو بالکل بدیہی چیز ہے جس سے انکار کی کوئی گنجائش ہی نہیں۔

بَعْضُهُمْ فِیْ غَيِّهٖ قَدِ اكْتَهَلْ

اٰخَرُ مِنْهُمْ اِلٰی شَيْبٍ وَصَلْ

(ترجمہ) بعض لوگ اپنی گمراہی میں چالیس سالہ ہوگئے اور بعض بالکل ہی بوڑھے ہوگئے۔

تشریح: کتنے افسوس کی بات ہے کہ بہت سے لوگوں کو گمراہی میں ڈوبے ہوئے چالیس سال کا زمانہ گذر گیا، نہ نماز کے قریب، نہ روزے کے، بلکہ انہوں نے جہالت کے نت نئے طریقے اپنالئے، کچھ لوگوں نے تو یہ بہانہ تراش لیا ہے کہ شریعت پر عمل کرنا ہم جیسوں کے بس کی بات کہاں؟ یہ تو علماء اور صلحاء کا کام ہے۔ گویا یہ کہہ کر وہ اپنی ذمہ داری سے سبکدوش ہونا چاہتے ہیں، مگر قیامت میں اللہ کے روبروان کا کوئی بہانہ نہ چل سکے گا اور وہ عذابِ خداوندی کے مستحق ہوں گے۔

اور اس سے بڑھ کر ان لوگوں پر افسوس ہے جن کی عمریں گزر گئیں، دنیا میں ان کی تمام خواہشیں پوری ہوگئیں، طرح طرح کے گناہوں میں ملوث رہے، اب بڑھاپے کو پہنچ گئے ہیں اور قبر میں جانے کی تیاری کر رہے ہیں لیکن انہیں اب بھی اپنی اصلاح کی فکر دامن گیر نہ ہوئی، نہ انہوں نے راہِ حق ڈھونڈنے کی کوشش کی اور نہ وہ صحیح راستہ پاسکے۔ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کا قانون ہے اِنَّ اللّٰہَ لَا یُغَیِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتّٰی یُغَیِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِھِمْ علامہ اقبالؒ نے بڑے پیارے انداز میں اس کا ترجمہ کیا۔

خدا نے آج تک اس قوم کی حالت نہیں بدلی
نہ ہو جس کو خیال خود اپنی حالت کے بدلنے کا

یعنی جب تک انسان خود اپنی حالت کو نہ بدلنا چاہے اللہ تعالیٰ بھی اس کو ہدایت کا راستہ نہیں دکھاتا، اسی لئے اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں ارشاد فرمایا وَلَوْ شَآءَ لَھَدٰکُمْ اَجْمَعِیْنَ کہ اگر اللہ چاہتا تو سب کو ہدایت دے دیتا۔ لیکن وہ یہ دیکھنا چاہتا ہے کہ کون شخص ہدایت کا متلاشی ہے اور کون نہیں، جب کوئی شخص اللہ کو تلاش کرنے نکل پڑتا ہے تو اسے راستہ خود بخود ملتا چلا جاتا ہے۔ ایک شاعر نے اسی مفہوم کو اپنے شعر کی لڑی میں اس طرح پرویا ہے۔

منزلیں کسی کے گھر حاضری نہیں دیتیں
راستے پہ چلنے سے راستے نکلتے ہیں

ہزاروں واقعات اس بات پر شاہد ہیں کہ جب بھی کسی گنہگار بندے نے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ کے دروازے پر دستک دی، اللہ تعالیٰ نے اس کی توبہ قبول فرمائی اور اس کو راہِ حق کی رہنمائی فرمائی۔

روایت میں مذکور ہے کہ ایک شخص نے ننانوے قتل کرنے کے بعد توبہ کرنے کا ارادہ کیا، اس نے ایک راہب سے اس کا تذکرہ کیا اور کہا کہ میں نے اتنے قتل کئے ہیں، کیا میرے لئے توبہ کی گنجائش ہے؟ اس نے جواب دیا کہ ہرگز نہیں! اس نے اپنی تلوار سے اس راہب کا بھی قتل کر دیا اور اس طرح اس نے سو کا عدد پورا کر لیا، پھر توبہ کرنے کی تلاش میں کسی اور عالم کے پاس گیا اور وہاں جا کر اس نے یہی بات عرض کیا، انہوں نے جواب دیا کہ ہاں! ایک شکل ہے، یہاں سے کچھ دور کے فاصلے پر ایک بستی ہے جہاں نیک اور اللہ والے لوگ رہتے ہیں، تو ان کے پاس چلا جا اور ان کے سامنے توبہ کر اور ان کی صحبت اختیار کر۔ یہ شخص وہاں سے چل پڑا ابھی اس بستی تک نہ پہنچا تھا کہ موت کا وقت آ پہنچا، اس کی روح قبض کر لی گئی، ملائکہ عذاب آ کر کہنے لگے کہ اس کی روح کو ہم لے جائیں گے تا کہ اس کو اس کرتوتوں کا مزہ چکھائیں، ملائکہ رحمت کہنے لگے کہ نہیں اس کی روح کو ہم لے جائیں گے، تا کہ اس کو جنت کی خوشبوؤں سے معطر کریں، اس لئے کہ یہ شخص توبہ کے ارادے سے چلا تھا، اتنے میں حکم اور ثالث کی حیثیت سے ایک تیسرا فرشتہ اللہ تعالیٰ نے بھیجا، اس نے آ کر دونوں فرشتوں سے کہا کہ سب سے پہلے یہ دیکھ لو کہ نیک لوگوں کی بستی قریب ہے یا اس کا گھر؟ اگر نیک لوگوں کی بستی قریب ہے تو ملائکہ رحمت اس کی روح کو لے جائیں گے اور اگر اس کا گھر نزدیک ہے تو ملائکہ عذاب اس کی روح کو

لے جائیں گے، چونکہ اللہ والوں کی بستی دور تھی اور اس کا گاؤں قریب تھا، اس لئے جب زمین ناپی جانے لگی تو اللہ تعالیٰ نے اس سرزمین کو جس پر اس کی روح قبض کی گئی تھی حکم فرمایا کہ تو لپٹ جا، تاکہ اس کی روح نیک لوگوں کی روحوں میں شامل ہوجائے اور اس طرح اس کی توبہ کو اللہ تعالیٰ نے قبول فرمایا۔

اِسۡتَطَالُوۡا فِی الۡمَعَاصِیۡ وَالۡخَطَا
وَالذُّنُوۡبِ وَالۡخَنَاءِ وَالۡخَلَلۡ

(ترجمہ) معاصی اور بیہودہ کاموں میں انہیں بے حد انہاک ہے۔

تشریح: حضور اکرم ﷺ کا ارشاد ہے کہ جب بندہ کوئی گناہ کرتا ہے تو اس کے دل پر ایک سیاہ نقطہ لگ جاتا ہے، اگر وہ توبہ کر لیتا ہے تو وہ نقطہ مٹ جاتا ہے اور اگر توبہ نہیں کرتا تو لگا رہتا ہے، پھر جب وہ دوسرا گناہ کرتا ہے تو دوسرا نقطہ لگ جاتا ہے، یہاں تک کہ گناہ کرتے کرتے اس کا دل بالکل سیاہ ہوجاتا ہے اور اس میں ہدایت قبول کرنے کی صلاحیت نہیں رہتی۔ یہ شخص اس طرح بھٹک جاتا ہے کہ نہ تو خود راہِ حق تلاش کرسکتا ہے اور نہ کسی دوسرے کے سمجھانے بجھانے کا اثر قبول کرتا ہے، بلکہ وہ اس حالت پر آ پہنچتا ہے کہ اگر کوئی مصلح اسے نصیحت کی کوئی بات کہتا ہے تو وہ اس کو نہ صرف بری لگتی ہے بلکہ وہ اصلاح کرنے والے کو اپنا دشمن سمجھنے لگتا ہے۔

ناصحا مت کر نصیحت دل مرا گھبرائے ہے
میں اُسے سمجھوں ہوں دشمن جو مجھے سمجھائے ہے

گناہوں کے دلدل میں پھنسنے کے بعد پھر اس سے نکلنا ایسا مشکل ہوجاتا ہے جیسا کہ کسی پہاڑ کو منتقل کرنا۔

جَدَّ فِی الۡاَعۡمَالِ اِلَّا خَیۡرَهَا
خَاضَ فِیۡمَا قَدۡ نَهٰی عَنۡهُ الرُّسُلُ

(ترجمہ) وہ پسندیدہ کاموں کو چھوڑ کر رذیل اور منہیات میں گرنا پسند کر رہے ہیں۔

تشریح: چونکہ گناہ کرنے سے شیطان خوش ہوتا ہے، اس لئے وہ گناہ کا ارتکاب کرنے والے کے پاس آکر کہتا ہے کہ تم جو کام تم نے کئے ہے اور کر رہے ہو وہ بہت اچھے کام ہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا فَزَیَّنَ لَهُمُ الشَّیۡطَانُ اَعۡمَالَهُمۡ کہ شیطان ان کے کارناموں کو ان کی نظر میں خوشنما بنا کر پیش کرتا ہے۔ اور سورۃ کہف میں ارشاد فرمایا اَلَّذِیۡنَ ضَلَّ سَعۡیُهُمۡ فِی الۡحَیٰوةِ الدُّنۡیَا وَهُمۡ یَحۡسَبُوۡنَ اَنَّهُمۡ یُحۡسِنُوۡنَ صُنۡعًا کہ وہ لوگ جن کی دوڑ دھوپ دنیوی زندگی میں بھٹکتی رہی اور وہ سمجھتے رہے کہ ہم بہت اچھا کام کر رہے ہیں۔

گناہ کی لذت جب انسان کو مل جاتی ہے تو وہ اس سے جلدی چھوٹ نہیں پاتی، خواہ اس کے سامنے کتنے ہی واضح دلائل کیوں نہ پیش کردیئے جائیں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قوم کا واقعہ شاہد ہے کہ جس وقت موسیٰ علیہ السلام تورات لینے کے لئے کوہِ طور پر تشریف لے گئے تو انہوں نے سامری جادوگر کے بنائے ہوئے بچھڑے کو اپنا معبود بنالیا، اور اس کو پوجنا شروع کردیا، حضرت ہارون علیہ السلام نے انہیں سمجھانے کے لئے حتی الامکان کوشش اور جدوجہد کی مگر پوری قوم کے سامنے اکیلے ہارون کیا کرسکتے تھے؟ چنانچہ حضرت موسیٰ علیہ السلام جب تورات کی تختیاں لے کر اپنی قوم کے پاس تشریف لائے تو اپنے بھائی ہارون علیہ السلام کے سر کے بال پکڑ کر کھینچنے لگے، انہوں نے عرض کیا اِنَّ الۡقَوۡمَ اسۡتَضۡعَفُوۡنِیۡ وَکَادُوۡا یَقۡتُلُوۡنَنِیۡ بِیۡ کہ لوگوں نے مجھے کمزور سمجھ لیا تھا اور قریب تھا کہ وہ مجھے قتل کردیتے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے غصے میں اس بچھڑے کے ٹکڑے ٹکڑے کردیئے اور پھر اس کو جلا کر راکھ کردیا، ساتھ ساتھ یہ بھی خیال ہوا کہ کہیں چھپ کر یہ ظالم لوگ اس راکھ کی پوجا نہ کرنے لگیں، چنانچہ آپ نے اس راکھ کو بھی دریا کے سپرد کردیا۔

جب ان ظالموں نے دیکھ لیا کہ اس کی راکھ کو دریا برد کیا گیا ہے تو انہوں نے چھپ کر دریا کے کنارے پہنچ کر اس کے پانی کو پینا ہی غنیمت جانا، اللہ تعالیٰ نے سورۂ بقرہ میں ان کے بچھڑے کی عقیدت کی اس طرح تصویر کشی فرمائی گئی **وَاُشْرِبُوْا فِیْ قُلُوْبِهِمُ الْعِجْلَ** کہ ان کے دلوں میں بچھڑے کی محبت وعقیدت رچ بس گئی تھی۔

مثل مشہور ہے کہ ''چور چوری سے باز آجاتا ہے مگر ہیرا پھیری سے باز نہیں آتا'' اسے چوری میں اتنا مزہ آتا ہے کہ وہ اس کی خاطر اپنے آرام کو قربان کردیتا ہے، پوری پوری رات جنگل میں بسر کرتا ہے، سانپ بچھو اور طرح طرح کے خطرات کا مقابلہ کرتا رہتا ہے، اگر اس کے گھر پر ایک نظر ڈالی جائے تو چند ٹکوں کے سوا کچھ نہیں ملتا، پھر بھی اس سے چوری نہیں چھوٹتی، کیوں؟ اس لئے کہ اس گناہ کی لذت اسے حاصل ہوگئی ہے، اسے رات کی تاریکی میں جنگل بیابان میں اپنی جان کو خطرے میں ڈالنے میں ہی مزہ آتا ہے، اسی لئے شعر میں مصنف علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ وہ اچھے کاموں کو چھوڑ کر برائی میں رہنا ہی پسند کرتے ہیں۔

مَالَ فِی الدُّنْیَا وَفِیْ شَهْوَاتِهَا
ثُمَّ اَضْحٰی فِیْ هَوَاهَا لَمْ یَزَلْ

(ترجمہ) دنیا اور اس کی شہوات اور ہوا وہوس کی طرف ان کا میلان ہے۔

تشریح: اللہ تعالیٰ نے سورۂ کہف میں ارشاد فرمایا **اِنَّا جَعَلْنَا مَا عَلَی الْاَرْضِ زِیْنَةً لَّهَا لِنَبْلُوَهُمْ اَیُّهُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا** کہ جو چیز زمین پر ہے ہم نے اس کو زمین کیلئے آرائش بنایا ہے تاکہ لوگوں کی آزمائش کریں کہ ان میں کون اچھے عمل کرنے والا ہے۔

حدیث پاک میں ارشاد فرمایا گیا کہ دنیا مسلمان کے لئے امتحان گاہ ہے۔ چنانچہ جو لوگ اچھے عمل کرنے والے ہیں یعنی نماز قائم کرنے والے، زکوٰۃ دینے

والے، رمضان المبارک کے روزے رکھنے والے غرض حقوق اللہ اور حقوق العباد کا خیال رکھنے والے ہیں ان کے لئے قیامت کے دن ایسے باغات ہیں جن کے نیچے نہریں جاری ہیں اور وہاں ہر طرح کے عیش وآرام کے سامان مہیا ہوں گے، اور جو لوگ برے عمل کرنے والے ہیں یعنی نماز نہ پڑھنے والے، زکوٰۃ نہ دینے والے، رمضان المبارک کے روزے نہ رکھنے والے اور حقوق اللہ اور حقوق العباد کا اہتمام نہ کرنے والے ہیں ان کو قیامت کے دن سخت عذاب کا سامنا کرنا ہوگا۔

جس طریقے سے چمن میں پھولوں کے ساتھ کانٹے اور کانٹوں کے ساتھ پھول کھلتے ہیں اسی طرح اس دنیوی چمن میں بھی ہر طرح کے لوگ ہیں اچھے بھی ہیں اور برے بھی، جیسا کہ اگلے شعر میں فرمایا گیا ہے کہ:

بَعْضُهُمْ مَنْ یَّعْبُدُ اللّٰهَ الَّذِیْ
بَرَءَ النَّسَمَ وَقَدْ عَزَّ وَجَلْ

(ترجمہ) ان میں بعض تو وہ ہیں جو خدا کی عبادت کرنے والے ہیں۔

تشریح: انسانوں میں سے ہی کچھ ایسے لوگ بھی ہیں جو خالص اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنے والے ہیں۔

عبادت کے معنی ہیں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی فرمانبرداری کرنا۔ گویا یہ لوگ ہر کام اللہ اور اس کے رسول کو راضی اور خوش کرنے کے لئے کرتے ہیں، کوئی کام ایسا نہیں کرتے جس سے اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ناراض ہوں۔

لیکن زیادہ تر لوگ گناہوں میں ملوث ہیں، اور یہی نہیں بلکہ لوگ مختلف فرقوں میں تقسیم ہو چکے ہیں اور ہر فرقہ اپنے آپ کو درست قرار دیتا ہے اور جنت میں جانے کا مستحق قرار دیتا ہے۔

قَـدْ بَـدَتْ فِـیْ قَـادِیَـانٍ فِـرْقَةٌ

مِـنْ ضِلاَلٍ اِدَّعـیٰ فِیْهَـا رَجُـلُ

(ترجمہ) ایک فرقہ قادیانی ہے جس میں سے ایک گمراہ شخص نے دعویٰ کیا ہے۔

تشریح: چنانچہ ان فرقوں میں سے ایک فرقہ قادیانی ہے۔ یہ باطل فرقہ اپنے آپ کو مسلمان کہتا ہے، حالانکہ اہل سنت والجماعت کے علماء کرام کا متفقہ فیصلہ ہے کہ یہ فرقہ مسلمان نہیں بلکہ کافر ہے۔

اس فرقے کا سربراہ مرزا غلام احمد قادیانی قادیان (پنجاب) میں پیدا ہوا، اس وقت ہندوستان برطانیہ اقتدار کے زیر اثر تھا، انگریز نے سب سے پہلے مسلمانوں کو غیر مسلموں سے علیحدہ کیا، پھر اس نے مسلمانوں کو بھی مختلف ٹکڑیوں میں تقسیم کرنے کا ارادہ کیا، چنانچہ اس نے مسلمانوں کو مختلف فرقوں میں بانٹنے کی جان توڑ جدوجہد اور کوشش کی، مرزا غلام احمد قادیانی کی پشت پناہی برٹش حکومت کر رہی تھی جس کی وجہ سے ایک باطل فرقہ وجود میں آ گیا۔

حکومت کی طرف سے جب پورا پورا تعاون ملا تو اس نے کھلے عام نبوت کا دعویٰ کیا اور کہنے لگا کہ مجھ پر وحی آتی ہے۔ حالانکہ قرآن کریم کی کئی آیتیں اس دعوے کی تردید کرتی ہیں۔ سورۂ بقرہ کے شروع میں اللہ تعالیٰ نے متقیوں کی صفت بیان کرتے ہوئے فرمایا وَالَّـذِیْنَ یُؤمِـنُـوْنَ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَیْکَ وَمَآ اُنْزِلَ مِنْ قَبْـلِکَ کہ وہ اس (قرآن) پر بھی ایمان لاتے ہیں جو آپ پر نازل کیا گیا ہے اور ان (کتابوں) پر بھی جو آپ سے پہلے نازل کی گئیں۔

اس آیت میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ختم نبوت کی ایک واضح دلیل موجود ہے، کیونکہ یہاں اس وحی کا ذکر کیا جا رہا ہے جس پر ایمان لانا ضروری ہے اور وہ یا تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوئی یا حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے،

اگر نبوت کا سلسلہ جاری رہتا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی آتا تو متقیوں کی اس صفت میں اس کا بھی نہ کسی طریقے پر تذکرہ ہوتا اور آیت اس طرح ہوتی وَمَا اُنْـزِلَ مِـنْ قَبْـلِکَ وَمَـا یُنَزَّلُ مِنْ بَعْدِکَ کہ وہ لوگ اس پر بھی ایمان رکھتے ہیں جو آپ پر نازل کیا گیا اور اس پر بھی جو آپ کے بعد نازل کیا جائے گا۔ کیونکہ پہلے پیغمبروں سے حضور سرور کائنات حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں یہ عہد لیا گیا تھا کہ وہ تشریف لانے والے ہیں تمہیں ان پر ایمان لانا ہوگا۔ (پڑھئے سورۂ آل عمران آیت نمبر ۸۱)

اِنَّـنِـیْ مُـوْسـیٰ وَعِیْسـیٰ الْمُجْتَبـیٰ

اَوْ بِـاِنِّـیْ اَحْـمَـدُ خَیْرُ الرُّسُلُ

(ترجمہ) کہ میں موسیٰ ہوں یا عیسیٰ ہوں اور یا محمد رسول اللہ ہوں۔

تشریح: مرزا غلام احمد قادیانی کا کوئی ایک دعویٰ نہیں تھا، کبھی کہتا کہ جس طرح موسیٰ علیہ السلام مستقل نبی تھے اسی طرح میں بھی مستقل نبی ہوں، جس طرح ان پر وحی نازل ہوتی تھی مجھ پر نازل ہوتی ہے، جس طرح ان کے پاس فرشتہ آتا تھا اسی طرح میرے پاس بھی فرشتہ آتا ہے۔ کبھی کہتا کہ میری نبوت تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرح ہے۔

روایت میں ہے کہ جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو امت محمدیہ کے فضائل معلوم ہوئے تو انہوں نے بارگاہِ خداوندی میں دعا فرمائی کہ اے اللہ! مجھے بھی امت محمدیہ کا ایک فرد بنا دے، اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ اس امت کو نبی آخر الزماں صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ کسی اور نبی کی ضرورت نہیں، حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے درخواست کی کہ اے اللہ! میں نبی بن کر نہیں اُمتی بن کر جانا چاہتا ہوں۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اجازت ملی اور آپ قیامت سے پہلے اس دنیا میں تشریف لائیں گے۔

مرزا غلام احمد قادیانی کا کہنا یہ ہے کہ جس طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام نبی ہونے کے باجود اس امت کے ایک فرد بن کر تشریف لائیں گے، اسی طرح میں بھی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرح ایک نبی اور امت محمدیہ کا ایک فرد ہوں۔

وَالنَّبِیُّ الْمُصْطَفٰی خَیْرُ الْوَرٰی
اَخْبَرَ النَّاسَ بِقَوْلٍ مُسْتَقِلٍ

(ترجمہ) حالانکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صاف طور پر فرما چکے ہیں۔

تشریح: خود قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا وَلٰکِنْ رَّسُوْلَ اللّٰہِ وَخَاتَمَ النَّبِیّٖنَ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سب سے آخری نبی ہیں۔

گویا کہ نبوت کا سلسلہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر ختم ہو جاتا ہے، آپ کے بعد نہ کسی نبی کی ضرورت باقی رہتی ہے اور نہ کوئی نبی بن کر آئے گا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے جو انبیاء کرام علیہم السلام تشریف لائے انہوں نے کلمہ طیبہ لا الٰہ الا اللہ کی لوگوں کو دعوت دی، بھلائی کا حکم دیا اور برائیوں سے روکا، جب ان کا وصال ہو گیا تو معاشرے میں برائیاں پھیلنی شروع ہو گئیں، یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے پھر دوسرے نبی کو مبعوث فرمایا، انہوں نے بھی دعوت وتبلیغ کی مگر جب انہیں اللہ تعالیٰ نے اپنے پاس بلا لیا تو پھر لوگوں میں برائیاں پھیلنی لگیں پھر اسی طرح انبیاء کرام علیہم السلام تشریف لاتے رہے اور دعوت وتبلیغ کے فرائض انجام دیتے رہے، لیکن اس امت کا حال ایسا نہیں۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلے خود دعوت وتبلیغ کا یہ فریضہ انجام دیا، پھر اس فریضے کو حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کے سپرد کر دیا، انہوں نے اپنے بعد آنے والے یعنی تابعین کے اور پھر تابعین نے تبع تابعین کے حوالے کیا، انہوں نے علماء کرام اور صوفیاء کرام کو یہ ذمہ داری کی، چنانچہ حضرات علماء کرام اور صوفیائے عظام اس کار خیر کو انجام دیتے رہے۔

حضرات علماء کرام اور صوفیائے عظام کی دعوت وتبلیغ کا نتیجہ بھی تاریخ میں مرقوم ہے کہ صرف حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیری رحمۃ اللہ علیہ کے ہاتھ پر نوے لاکھ غیر مسلم مشرف بہ اسلام ہوئے۔ ظاہر ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے اس امت میں ایسے ایسے افراد پیدا فرما دیئے ہوں تو پھر کسی نبی کی ضرورت کیونکر ہو گی؟

لَیْسَ بَعْدِیْ مِنْ نَبِیٍّ مُرْسَلٍ
کُلُّ مَنْ قَدْ اِدَّعٰی بَعْدِیْ خُذِلُ

(ترجمہ) کہ میرے بعد کوئی نبی نہ ہوگا اور جو شخص نبوت کا دعویٰ کرے گا وہ ذلیل وخوار ہوگا۔

تشریح: خود حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے اَنَا خَاتَمُ النَّبِیّٖنَ لَانَبِیَّ بَعْدِیْ کہ میں آخری نبی ہوں میرے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا۔

عہد نبوی میں بھی ایک شخص نے نبوت کا دعویٰ کیا تھا جس کا نام مسیلمہ کذاب تھا، حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اس سے جنگ کی جس کا نام جنگ یمامہ ہے۔ اس لڑائی میں اگرچہ صحابہ کرام کی ایک جماعت شہید ہو گئی جن میں اکثر حفاظ کرام تھے اور یہی لڑائی دراصل قرآن کریم کے جمع کرنے کی وجہ بنی مگر اس میں مسیلمہ کذاب کو قتل کر دیا گیا۔

ثُمَّ مِنْهَا فِرْقَةٌ شِيْعِيَّةٌ
اَهْلُهَا فِيْ بِغْضَةِ الْاَصْحَابِ ضَلُّ

(ترجمہ) پھر ایک دوسرا فرقہ شیعیہ ہے جسے اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے للّٰہی بغض ہے۔

تشریح: پھر ایک فرقہ شیعہ ہے جو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کو گالیاں دیتا ہے، ان پر لعنت کرتا ہے، ان سے برأت کا اظہار کرتا ہے، جبکہ اللہ تعالیٰ

کا صاف فرمان ہے رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھُمْ وَرَضُوْا عَنْہُ کہ اللہ ان سے راضی اور وہ اللہ سے راضی۔ نیز حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے اَصْحَابِیْ کَالنُّجُوْمِ بِاَیِّھِمُ اقْتَدَیْتُمْ اِھْتَدَیْتُمْ کہ میرے صحابہ ستاروں کی مانند ہیں، لہٰذا ان میں سے تم جس کی بھی اقتدا کرو گے ہدایت پا جاؤ گے۔ پھر ان کو برا بھلا کہنے کے کیا معنی؟ جس شخص نے اپنی زندگی میں صرف ایک مرتبہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ایمان کی حالت میں زیارت کی اور ایمان ہی کی حالت میں اس کا انتقال ہوا ہے، اس کو صحابی کہا جاتا ہے۔ اس کا مقام اس قدر بلند و بالا ہے کہ بڑے سے بڑا قطب اور ولی اللہ ساری زندگی عبادت کر کے بھی وہ مقام حاصل نہیں کر سکتا۔

آج اس کپڑے کو میوزیم میں رکھا جاتا ہے جو حضور اکرم ﷺ کے بدن سے نہیں بلکہ لباس سے مس ہوا ہو اور لوگ بڑی عقیدت سے اس کی زیارت کرتے اور اسے موجب تبرک سمجھتے ہیں، اب اندازہ لگایئے کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین تو بار بار رسول اللہ ﷺ کی زیارت کرتے تھے، آپ سے مصافحہ اور معانقہ کرتے تھے، رسول اللہ ﷺ کے ہاتھ میں ہاتھ دینے اور مس کرنے کی وجہ سے ان کے مقام کا کیا ٹھکانہ؟

اِبْنِ عَفَّانٍؓ اَبِیْ بَکْرٍؓ اَبِیْ
حَفْصَۃٍؓ اِلَّا عَلِیٍّ ذِیْ نَبَلْ

(ترجمہ) خصوصاً صدیق اکبرؓ، فاروق اعظمؓ اور عثمان غنیؓ سے سوائے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے۔

تشریح: شیعوں کا یہ بھی کہنا ہے کہ خلافت کے مستحق صرف اور صرف حضرت علی کرم اللہ وجہہ ہیں، حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ، حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے (العیاذ باللہ) خلیفہ بن کر ان کا حق غصب کیا ہے، یہ تمام چیزیں ان کے عقائد میں داخل ہیں۔

حالانکہ یہ حضرات سب سے زیادہ قربانی دینے والے ہیں اور ان چالیس افراد میں سے ہیں جن کو ممتاز صحابہ کہا جاتا ہے، انہوں نے ایسے وقت میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ساتھ دیا جب کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا ساتھی بننا اپنی ہتھیلی پر چنگاری رکھنا تھا، چنانچہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا ایک واقعہ پیش کرتا ہوں جس سے معلوم ہوگا کہ انہوں نے اسلام کی خاطر کتنی قربانیاں دی ہیں۔

ابتدائے اسلام میں جو شخص مسلمان ہوتا تھا وہ اپنے اسلام کو جہاں تک ہوسکتا تھا مخفی رکھتا تھا۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے بھی چھپانے کی تلقین تھی تاکہ ان کو کفار سے اذیت نہ پہنچے۔ جب مسلمانوں کی مقدار انتالیس تک پہنچی تو حضرت ابوبکر صدیقؓ نے اظہار کی درخواست کی کہ کھلم کھلا علی الاعلان تبلیغ کی جائے، حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلے انکار فرمایا مگر حضرت ابوبکر صدیقؓ کے اصرار پر قبول فرمالیا اور ان سب حضرات کو ساتھ لے کر مسجد کعبہ میں تشریف لے گئے، حضرت ابوبکر صدیقؓ نے تبلیغی خطبہ شروع کیا، یہ سب سے پہلا خطبہ تھا جو اسلام میں پڑھا گیا اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا سید الشہداء حضرت حمزہؓ اسی دن اسلام لائے ہیں اور اس کے تین دن بعد حضرت عمرؓ مشرف باسلام ہوئے ہیں۔ خطبہ کا شروع ہونا تھا کہ چاروں طرف سے کفار و مشرکین مسلمانوں پر ٹوٹ پڑے، حضرت ابوبکر صدیقؓ کو بھی باوجودیکہ مکہ مکرمہ ان کی عام طور سے عظمت و شرافت مسلم تھی اس قدر مارا کہ تمام چہرہ مبارک خون میں بھر گیا، ناک کان سب لہولہان ہوگئے تھے۔ پہچانے نہ جاتے تھے، جوتوں اور لاتوں سے مارا، پاؤں میں روندا اور جو نہ کرنا تھا سب ہی کچھ کیا، حضرت ابوبکر صدیقؓ بے ہوش ہوگئے۔

بنو تمیم یعنی حضرت ابوبکر صدیقؓ کے قبیلے کے لوگوں کو خبر ہوئی وہ وہاں سے اٹھا کر لائے کسی کو بھی اس میں تردد نہ تھا کہ حضرت ابوبکر صدیقؓ اس حملہ سے زندہ بچ سکیں

گے۔ بنوتمیم مسجد میں آئے اور اعلان کیا کہ حضرت ابوبکر صدیقؓ کی اگر اس حادثہ میں وفات ہوگئی تو ہم اُن کے بدلہ میں عتبہ بن ربیعہ کو قتل کریں گے۔ عتبہ نے صدیق اکبرؓ کے مارنے میں بہت زیادہ بدبختی کا اظہار کیا تھا، شام تک حضرت ابوبکرؓ کو بے ہوشی رہی، باوجود آوازیں دینے کے بولنے یا بات کرنے کی نوبت نہ آئی تھی، شام کو آوازیں دینے پر وہ بولے تو سب سے پہلا لفظ یہ تھا کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا کیا حال ہے؟ لوگوں نے اس پر بہت ملامت کی کہ ان ہی کے ساتھ کی بدولت یہ مصیبت آئی اور دن بھر موت کے منہ میں رہے پر بات کی تو وہ بھی حضورؐ ہی کا جذبہ اور ان ہی کی لے۔ لوگ پاس سے اُٹھ کر چلے گئے کہ بددلی بھی تھی اور یہ بھی کہ آخر کچھ جان باقی ہے کہ بولنے کی نوبت آئی اور آپ کی والدہ ام خیرؓ سے کہہ گئے کہ ان کے کھانے پینے کے لئے کسی چیز کا انتظام کردیں، وہ کچھ تیار کرکے لائیں اور کھانے پر اصرار کیا مگر حضرت ابوبکرؓ کی وہی ایک صدا تھی کہ حضورؐ کا کیا حال ہے؟ حضورؐ پر کیا گزری؟ ان کی والدہ نے فرمایا مجھے تو خبر نہیں کہ کیا حال ہے۔ آپ نے فرمایا کہ اُم جمیلؓ (حضرت عمرؓ کی بہن) کے پاس جا کر دریافت کرلو کہ کیا حال ہے؟ وہ بے چاری بیٹے کی اس مظلومانہ حالت کی بیتابانہ درخواست کو پورا کرنے کے واسطے ام جمیلؓ کے یہاں گئیں اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا حال دریافت کیا۔

وہ بھی عام دستور کے موافق اس وقت تک اپنے اسلام کو چھپائے ہوئے تھیں۔ فرمانے لگیں میں کیا جانوں کون محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور کون ابوبکر؟ تیرے بیٹے کی حالت سن کر رنج ہوا اگر تو کہے تو میں چل کر اس کی حالت دیکھوں۔ اُم خیرؓ نے قبول کرلیا، ان کے ساتھ گئیں اور حضرت ابوبکرؓ کی حالت دیکھ کر تحمل نہ کرسکیں، بے تحاشا رونا شروع کردیا کہ بدکرداروں نے کیا حال کردیا، اللہ تعالیٰ ان کو اپنے کئے کی سزا دے۔ حضرت ابوبکرؓ نے پھر پوچھا کہ حضورؐ کا کیا حال ہے؟ اُم جمیلؓ نے حضرت

ابوبکرؓ کی والدہ کی طرف اشارہ کرکے فرمایا کہ وہ سن رہی ہیں آپ نے فرمایا کہ ان سے خوف نہ کرو تو اُم جمیلؓ نے خیریت سنائی اور عرض کیا کہ بالکل صحیح سالم ہیں۔ آپ نے پوچھا کہ اس وقت کہاں ہیں؟ انھوں نے عرض کیا کہ ارقمؓ کے گھر تشریف رکھتے ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ مجھ کو خدا کی قسم ہے کہ اس وقت تک کوئی چیز نہ کھاؤں گا نہ پیوں گا جب تک حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت نہ کرلوں۔ ان کی والدہ کو تو بے قراری تھی کہ وہ کچھ کھالیں اور انھوں نے قسم کھالی کہ جب تک زیارت نہ کرلوں کچھ نہ کھاؤں گا۔ اس لئے والدہ نے اس کا انتظار کیا کہ لوگوں کی آمدورفت بند ہوجائے۔ مبادا کوئی دیکھ لے اور کچھ اذیت پہنچائے۔ جب رات کا بہت سا حصہ گزر گیا تو حضرت ابوبکرؓ کو لے کر حضورؐ کی خدمت میں ارقمؓ کے گھر پہنچیں۔ حضرت ابوبکرؓ حضورؐ سے لپٹ گئے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم بھی لپٹ کر روئے اور مسلمان بھی سب رونے لگے کہ حضرت ابوبکرؓ کی حالت دیکھی نہ جاتی تھی۔ اس کے بعد حضرت ابوبکر صدیقؓ نے درخواست کی کہ یہ میری والدہ ہیں آپ ان کے لئے ہدایت کی دعا بھی فرمادیں اور ان کو اسلام کی تبلیغ بھی فرمائیں۔ حضورؐ نے اول دعا فرمائی اس کے بعد ان کو اسلام کی ترغیب دی۔ وہ بھی اسی وقت مسلمان ہوگئیں۔

شیعوں کے بارے میں علماء کرام کا اختلاف ہے، بعض علماء فرماتے ہیں کہ صحابہ کرام سے بغض رکھنے اور ازواج مطہرات بالخصوص حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو گالیاں دینے نیز شیعوں کی معتبر اور مستند کتابوں مثلاً اصول کافی اور فروع کافی میں اسلام کے خلاف بہت سی باتوں کے پائے جانے کی وجہ سے کچھ علماء ان کو کافر قرار دیتے ہیں، چنانچہ حضرت شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے ان پر کفر کا فتویٰ جاری کیا ہے اور اپنی کتاب ''مسائل اثنا عشریہ'' میں ان کے بارہ باطل عقائد ومسائل کو بیان فرمایا ہے، انہی کی تقلید میں چند اور علماء نے بھی ان کو کافر قرار دیا ہے۔

لیکن جمہور علماء نے فرمایا ہے کہ جن چیزوں پر ایمان لانا ضروری ہے یعنی اللہ پر، اس کے فرشتوں پر، اس کی کتابوں پر، اس کے رسولوں پر، قیامت کے دن پر، تقدیر پر اور موت کے بعد اٹھانے پر چونکہ شیعہ ان میں سے کسی چیز کے منکر نہیں ہیں، اسی طرح قرآن کریم کی کسی آیت کا بھی بظاہر انکار نہیں کرتے، اس لئے وہ ان کو مومن ہی شمار کرتے ہیں، اگرچہ صحابہ کو سب وشتم کرنے، تعزیہ نکالنے، ماتم کرنے اور دیگر خرافات کی وجہ سے ان کو فاسق تو کہا گیا ہے لیکن کافر نہیں۔ چنانچہ حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ نے تذکرۃ الرشید میں فرمایا کہ اگرچہ کچھ علماء نے ان کو کافر کہا ہے مگر میں اپنے قلم سے ان کو کافر نہیں لکھ سکتا۔

اسی طرح حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک استفتاء کے جواب میں اسی مفہوم کو ادا کیا ہے اور اس سے ملتے جلتے الفاظ استعمال کئے ہیں۔ اور یہی بات درست ہے، کیونکہ جب سے قرآن کریم میں آیت اِنَّمَا الْمُشْرِكُوْنَ نَجَسٌ فَلَا يَقْرَبُوا الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ بَعْدَ عَامِهِمْ هٰذَا (کہ مشرک ناپاک ہیں لہٰذا اس سال کے بعد وہ مسجد حرام کے قریب بھی نہ پھٹکیں) کافروں کا داخلہ ممنوع قرار دے دیا گیا، جہاں سے حرم کی حدود شروع ہوتی ہیں وہاں پر بورڈ لگادیا گیا ہے کہ کسی کافر کو حرم میں داخلہ کی اجازت نہیں۔ سعودی حکومت نے شریعت اسلامیہ کے نفاذ کیلئے ہزاروں علماء کو مقرر کر رکھا ہے، اور ان کی حیثیت سعودی پولیس سے بڑھ کر ہے، اسکے باوجود ہزاروں شیعہ طواف کرتے ہیں مگر کوئی عالم یا خود حکومت انکے داخلے پر پابندی نہیں لگاتی۔

ثُمَّ اُخْرٰى عُصْبَةٌ مِنْهُمْ غَدَتْ
تَعْبُدُ مَا دُوْنَ حَلَالِ الْعَضَلِ

(ترجمہ) دوسرے وہ لوگ ہیں جو حق تعالیٰ کی عبادت کرنے والے نہیں۔

تشریح: کچھ ایسے لوگ ہیں جو اللہ تعالیٰ کی عبادت کی بجائے غیر اللہ کی پوجا کرتے ہیں، یہ مشرکین کہلاتے ہیں۔ کافر تو اس شخص کو کہتے ہیں کہ جو اللہ کا منکر ہو اور مشرک وہ شخص کہلاتا ہے کہ جو اللہ کے ساتھ غیر اللہ کو شریک کرتا ہو۔ چنانچہ اہل ہنود کا اس بات پر یقین ہے کہ بارش برسانے والا اوپر والا یعنی خدائے تعالیٰ ہے، روزی کا رزاق بھی اوپر والا یعنی خدائے تعالیٰ ہے لیکن اس کے بہت سارے لاڈلے اور محبوب بندے ہیں جن کو بہت سے اختیارات اس نے مرحمت فرما رکھے ہیں، انہیں کو دیوتا کہا جاتا ہے، لوگ ان کی پرستش کرتے ہیں، ان کی نام سے اپنی جانوروں کی بلی دیتے ہیں یعنی قربانی کرتے ہیں، ان کے نام کی نذر مانتے ہیں وغیرہ وغیرہ۔ یہ لوگ صریح گمراہی میں ہیں اور اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں صاف ارشاد فرمادیا ہے اِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ اَنْ يُّشْرَكَ بِهٖ کہ اللہ تعالیٰ کسی مشرک کی بخشش نہیں فرمائیں گے۔

بَعْضُهُمْ جَمْعٌ تُسَمّٰى اٰرِيَهْ
وَهِيَ اَيْضًا فِيْ ظَلَامٍ مُنْسَدِلٍ

(ترجمہ) ان میں ایک جماعت آریہ سخت گمراہی میں ہے۔

تشریح: اہل ہنود میں سے ایک آریہ سماج کے لوگ ہیں۔ یہ ہندوستان کے قدیمی مذہب والے شمار ہوتے ہیں۔ ان کا اعتقاد ہے کہ انسان سات جنم لے کر ختم ہوتا ہے، اگر اس نے اچھے کام کئے ہیں تو دوسری مرتبہ وہ کسی اچھی شکل میں پیدا کیا جاتا ہے، اور اگر اس نے برے کام کئے ہیں تو اسے اسی کی مناسبت سے کسی جانور کی شکل میں پیدا کیا جاتا ہے، یہاں تک کہ پرندوں اور چرندوں کی شکل میں بھی انسان ہی ہوتا ہے، اسی وجہ سے ان کے یہاں کسی جانور کا خون کرنا دراصل انسان کا خون کرنا ہے، کیونکہ برے اعمال کی پاداش میں اس انسان کو جانور کی شکل دیدی گئی ہے۔ یہ عقیدہ بھی سراسر باطل اور ناقابل قبول ہے۔

ثُـمَّ اُخْـرٰی مِـنْ نَـصَـارٰی ثُـلَّۃٌ

اَوْ یَھُـوْدٌ اَنْبِیَـاءً قَـدْ قَتَـلُ

(ترجمہ) ایک نصاریٰ ہیں پھر یہود ہیں جنھوں نے انبیاء کوشہید کرنے کا مظلمہ اختیار کیا۔

تشریح: ایک ان میں نصاریٰ ہیں جن کو عیسائی کہتے ہیں، یہ لوگ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اپنا پیغمبر مانتے ہیں اور ساتھ ساتھ یہ بھی یقین رکھتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اللہ کے بیٹے ہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ان کا قول نقل کیا ہے **وَقَالَتِ النَّصَارَی الْمَسِیْحُ ابْنُ اللّٰہِ** کہ نصاریٰ نے کہا کہ عیسیٰ علیہ السلام اللہ کے بیٹے ہیں۔ نیز ان کا یہ بھی عقیدہ ہے کہ خدا تین ہیں ایک ذات باری تعالیٰ، دوسرے حضرت مریم علیہا السلام اور تیسرے حضرت عیسیٰ علیہ السلام۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں ان لوگوں کا یہ یقین ہے کہ ان کو سولی دیدی گئی تھی اور اسی میں وہ شہید ہو گئے تھے۔ جب کہ مسلمانوں کا یہ یقین ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام دوسرے آسمان پر اٹھا لئے گئے تھے اور وہ قیامت سے پہلے اس امت کا ایک فرد بن کر پھر دوبارہ تشریف لائیں گے، اور قرآن کریم کہتا ہے وَمَا قَتَلُوْہُ وَمَا صَلَبُوْہُ کہ نہ ان کو قتل کیا اور نہ ان کو سولی دی۔

دوسرا فرقہ یہود ہے جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کی شریعت پر ایمان لائے، ان کا عقیدہ ہے کہ حضرت عزیز علیہ السلام اللہ کے بیٹے ہیں۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ان کا قول نقل کیا ہے **وَقَالَتِ الْیَھُوْدُ عُزَیْرُ نِ ابْنُ اللّٰہِ** کہ یہود نے کہا کہ عزیز علیہ السلام اللہ کے بیٹے ہیں۔

مدینہ منورہ میں یہودیوں کی بڑی آبادی تھی، تجارتی منڈی پر انہیں کا قبضہ تھا، چونکہ یہ لوگ اہل کتاب شمار ہوتے تھے اس لئے یثرب کے لوگ ان کی بڑی عزت

کرتے تھے، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب مدینہ منورہ تشریف لائے تو ان لوگوں نے طرح طرح سے آپ کو پریشان کرنا شروع کر دیا، آپ کی مجلس میں بیٹھتے اور آپ سے نت نئے اور بیہودہ سوالات کرتے پھر جب واپس ہوتے تو سب مل کر خوب مذاق اڑاتے۔

ان لوگوں نے اپنی کتاب تورات میں بھی تحریف اور ردو بدل کر ڈالی تھی، جو حلیہ اور اوصاف تورات میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بیان کئے گئے ہیں ان کو بھی بدل ڈالا تھا اسی لئے اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں جگہ جگہ ان کو متنبہ فرمایا۔

فِیْہِ تَلْمِیْحٌ

اِلٰی اٰیاتِ قُرْاٰنِ رَبِّ الْخَلْقِ مَوْلاَنَا اْلاَجَلُ

اس میں قرآن کی اس آیت **فَفَرِیْقًا کَذَّبْتُمْ وَفَرِیْقًا تَقْتُلُوْنَ** کی طرف اشارہ ہے۔

قَـالَ اِحْـدٰی فِـرْقَۃٌ کَـذَّبْتُـمْ

ثُـمَّ اُخْـرٰی تَـقْتُـلُوْنَ بِـالـدَّغَلُ

(ترجمہ) فرمایا کہ ایک جماعت انبیاء کو تم نے جھٹلایا اور دوسری کو قتل کرتے رہے ہو۔

تشریح: چنانچہ ایک جگہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا **فَفَرِیْقًا کَذَّبْتُمْ وَفَرِیْقًا تَقْتُلُوْنَ** کہ ایک جماعت کو تم نے جھٹلایا اور ایک جماعت کو تم قتل کرتے ہو۔

یہود چونکہ رسولوں کی جماعت کو جھٹلاتے رہے اور ایک جماعت کو قتل کرتے رہے اس لئے اللہ تعالیٰ نے آیت میں ان کے دونوں جرائم کو بیان فرمایا ہے، مگر اسلوب کتنا پیارا ہے کہ جھٹلانے میں ماضی کا صیغہ اور قتل میں مضارع کا صیغہ استعمال کیا ہے، اس لئے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو جھٹلانا تو ان کے بس کی بات نہیں تھی، اس لئے تمام کفار قریش باوجود سخت دشمنی کے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو امین اور صادق کہا

کرتے تھے اور یثرب کا بھی کوئی شخص اس بات کو تسلیم کرنے کے لئے تیار نہیں تھا کہ العیاذ باللہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جھوٹے ہیں، اس لئے ماضی کا صیغہ استعمال کیا کہ اب تو تم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو جھٹلا نہیں سکتے لیکن پہلے انبیاء کو تم نے جھٹلایا ہے، البتہ قتل کی سازش رچنے سے وہ اب بھی باز نہیں آئے تھے اس لئے مضارع کا صیغہ استعمال کیا گیا، چنانچہ ایک روایت میں ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات اس زہر کی وجہ سے ہوئی جو خیبر میں دیا گیا تھا۔

اس کے علاوہ حضور اکرم ﷺ کو شہید کرنے کے لئے انہوں نے طرح طرح کی سازشیں رچیں، چنانچہ معوذتین کے شان نزول میں مفسرین کرام فرماتے ہیں کہ لبید نامی ایک یہودی نے آپ ﷺ پر جادو کر دیا تھا، اور اس کا مقصد یہی تھا کہ العیاذ باللہ اس جادو کی وجہ سے آپ ﷺ ہلاک ہو جائیں۔ ایک روایت میں ہے کہ ایک عورت نے ایک مرتبہ بکری کی ایک ٹانگ حضور اکرم ﷺ کی خدمت میں پیش کی، آپ کو بذریعہ وحی معلوم ہو گیا کہ اس میں زہر ملایا گیا ہے، چنانچہ جب آپ نے دریافت فرمایا تو اس نے اقبال جرم کیا۔

غرض انہوں نے نہ صرف پہلے نبیوں کو قتل کیا بلکہ حضور اکرم ﷺ کے قتل کے بھی درپے رہے، اس لئے مضارع کا صیغہ استعمال کیا گیا۔

بَعْضُهُمْ مَنْ يَعْبُدُ الْاَصْنَامَ وَ
الْجَمْرَةَ كَانَتْ لَهِيبًا مُشْتَعِلْ

(ترجمہ) دوسرے وہ ہیں جو بتوں اور آگ کی پرستش کرتے ہیں۔

تشریح: کچھ لوگ تو بتوں کو پوجتے ہیں، اس کو اپنا معبود جانتے ہیں اور کچھ لوگ آگ کی پرستش کرتے ہیں۔ آگ کی پوجا مجوس کرتے ہیں اور وہ دو خالق مانتے ہیں۔ ایک خیر کا خالق جس کا نام ''یزدان'' ہے اور دوسرا شر کا خالق جس کا نام

''اہرمن'' ہے اور یہ لوگ کسی نبی کا بھی نام لیتے ہیں۔ شہرستانی نے ''ملل ونحل'' میں ان کے مذہب پر جو کلام کیا ہے اس کا مطالعہ کیا جائے۔

غرض کہ یہ فرقہ بھی باطل فرقوں میں سے ایک ہے جس کا اسلام سے کوئی تعلق نہیں اور مشرکین کی فہرست میں ان کا شمار ہے۔

مِنْهُمْ مَنْ يَعْبُدُوْنَ كَوْكَبًا
اَوْ ذُكَاءً طَالِعًا اِذْ تَقْتَبِلُ

(ترجمہ) پھر ایک اور وہ ہیں جو ستاروں اور نکلتے ہوئے سورج کو پوجتے ہیں۔

تشریح: کچھ لوگ ستاروں اور نکلتے سورج کو پوجتے ہیں۔ اس سے مراد صابئین بھی ہو سکتے ہیں، اس لئے کہ بعض علماء نے صابی کا ترجمہ ستارہ پرست سے کیا ہے۔ امام رازی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یہ لوگ ستاروں کو پوجنے والے تھے۔ علامہ قرطبیؒ فرماتے ہیں کہ مجھے جہاں تک معلوم ہوا ہے یہ لوگ موحد تھے لیکن تاروں کی تاثیر اور نجوم کے معتقد تھے۔ ابوسعید اصطخری نے ان پر کفر کا فتویٰ دیا ہے۔

حضرت حسنؒ اور حضرت حکمؒ فرماتے ہیں کہ یہ گروہ مانند مجوسیوں کے ہے۔ یہ بھی مروی ہے کہ یہ لوگ فرشتوں کے پجاری تھے۔ زیاد نے جب یہ سنا کہ یہ لوگ پنج وقتہ نماز قبلہ کی جانب پڑھا کرتے ہیں تو ارادہ کیا کہ ان سے جزیہ معاف کر دیا جائے لیکن اس کے ساتھ ہی یہ بھی معلوم ہوا کہ وہ مشرک ہیں تو اپنے ارادے سے باز رہے۔ وہب بن منبہؒ فرماتے ہیں کہ یہ لوگ اللہ تعالیٰ کو جانتے ہیں لیکن کسی شریعت کے پابند نہیں اور کفار بھی نہیں۔

عبدالرحمٰن بن زیدؒ کا قول ہے کہ یہ بھی ایک مذہب ہے، جزیرہ موصل میں یہ لوگ لا الہ الا اللہ پڑھتے تھے اور کسی کتاب یا نبی کو نہیں مانتے تھے اور نہ کوئی خاص شریعت کے عامل تھے۔ ایک قول یہ بھی ہے کہ یہود و مجوس کے دین کا خلط ملط یہ

مذہب تھا، ان کا ذبیحہ کھانا اور ان کی عورتوں سے نکاح کرنا ممنوع ہے۔ مجاہدؒ، حسنؒ اور ابن ابی نجیح رحمۃ اللہ علیہ کا یہی فتویٰ ہے۔

كُلُّ ذِی الْاَدْيَانِ شَرٌّ بَاطِلٌ
مَاسِوَى الْاِسْلَامِ غَيْرُ الْمُقْتَبَلُ

(ترجمہ) یہ سب مذاہب سوائے اسلام کے باطل اور غیر مقبول ہیں۔

تشریح: غرض کہ یہ تمام مذاہب باطل اور غیر مقبول ہیں، اللہ کا پسند کیا ہوا دین صرف اسلام ہے۔ جیسا کہ فرمایا گیا اِنَّ الدِّيْنَ عِنْدَاللّٰهِ الْاِسْلَام کہ یقیناً دین تو اللہ تعالیٰ کے نزدیک اسلام ہے۔ اس دین کے علاوہ جتنے مذاہب ہیں سب دوزخ میں لے جانے والے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے سورۂ انبیاء میں قیامت کا ہولناک منظر پیش کیا ہے، چنانچہ بہت سی آیات میں اس کا تذکرہ ہے وَاقْتَرَبَ الْوَعْدُ الْحَقُّ فَاِذَا هِيَ شَاخِصَةٌ الخ ترجمہ ملاحظہ ہو۔

اور (قیامت کا) سچا وعدہ قریب آ جائے تو ناگہاں کافروں کی آنکھیں کھلی کی کھلی رہ جائیں (اور کہنے لگیں کہ) ہائے شامت ہم اس (حال) سے غفلت میں رہے بلکہ ہم (اپنے حق میں) ظالم تھے۔۹۷۔ (کافرو! اس روز) تم اور جن کی تم اللہ کے سوا عبادت کرتے ہو دوزخ کا ایندھن ہو گے (اور) تم (سب) اس میں داخل ہو کر رہو گے۔۹۸۔ اگر یہ لوگ (درحقیقت) معبود ہوتے تو اس میں داخل نہ ہوتے اور سب اس میں ہمیشہ (جلتے) رہیں گے۔۹۹۔ وہاں ان کو چلانا ہو گا اور اس میں (کچھ) نہ سن سکیں گے۔۱۰۰۔ جن لوگوں کیلئے ہماری طرف سے پہلے بھلائی مقرر ہو چکی ہے وہ اُس سے دُور رکھے جائیں گے۔۱۰۱۔ (یہاں تک کہ) اُس کی آواز بھی تو نہیں سنیں گے اور جو کچھ اُن کا جی چاہے گا اس میں (یعنی ہر طرح کے عیش اور لطف میں) ہمیشہ رہیں گے۔۱۰۲۔ ان کو (اس دن کا) بڑا بھاری خوف غمگین نہیں

کرے گا اور فرشتے ان کو لینے آئیں گے (اور کہیں گے کہ) یہی وہ دن ہے جس کا تم سے وعدہ کیا جاتا تھا۔۱۰۳۔ جس دن ہم آسمان کو اس طرح لپیٹ لیں گے جیسے خطوں کا طُومار لپیٹ لیتے ہیں جس طرح ہم نے (کائنات کو) پہلے پیدا کیا اُسی طرح دوبارہ پیدا کریں گے (یہ) وعدہ (جس کا پورا کرنا لازم) ہے ہم (ایسا) ضرور کرنے والے ہیں۔۱۰۴۔ (ترجمہ مولانا فتح محمد جالندھری)

فَاسْلُكُوْا هٰذَا السَّبِيْلَ الْمُسْتَوِیْ
تَدْخُلُوا الْجَنَّاتِ خَيْرَ الْمُدَّخَلِ

(ترجمہ) پس ضرورت ہے کہ اسی صحیح راستہ (اسلام) کو اختیار کر کے جنت کا خلودِ دائمی حاصل کیا جائے۔

تشریح: حدیث پاک میں ارشاد فرمایا گیا مَنْ قَالَ لَااِلٰهَ اِلَّااللّٰهُ دَخَلَ الْجَنَّةَ کہ جس شخص نے کلمہ طیبہ لا الٰہ الا اللہ پڑھ لیا وہ جنت میں داخل ہو گیا۔ یہ کلمہ اتنا مبارک ہے کہ اس کے پڑھتے ہی انسان کی جان اور مال محفوظ ہو جاتا ہے اور اس کا شمار مسلمانوں کی فہرست میں ہو جاتا ہے۔

چنانچہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک چھوٹا سا لشکر روانہ کیا جس میں حضرت مقداد رضی اللہ عنہ بھی تھے، جب یہ حضرات کافروں کی قوم کے پاس آئے تو وہ سب تتر بتر ہو گئے صرف ایک آدمی باقی رہ گیا جس کے پاس بہت مال تھا، وہ صحابہ کو دیکھ کر کہنے لگا اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مگر اس کی ظاہری حالت اسلام سے میل نہ کھاتی تھی، اس لئے اسے کافر سمجھ کر حضرت مقداد رضی اللہ عنہ نے قتل کر دیا، جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے یہ واقعہ دہرایا گیا تو آپ نے فرمایا کہ قیامت کے دن کلمہ لا الٰہ الا اللہ کے مقابلے میں کیا جواب دو گے؟

معلوم ہوا کہ کلمہ پڑھنے کی وجہ سے انسان کی جان اور مال محفوظ ہو جاتا ہے اور اس پر حملہ کرنے کی قطعاً اجازت نہیں ہوتی۔ صحابہ کرام کا لشکر جب کسی شہر کو فتح کرنے کے لئے نکلتا تو جس جگہ سے اذان کی آواز آجاتی تو جہاد موقوف کرتے ہوئے آگے نکل جاتے تھے، اسی طرح اگر اسلام کی کوئی علامت ظاہر ہو جاتی تو بھی اپنی تلوار اٹھا لیا کرتے تھے، کیونکہ اللہ تعالیٰ کا یہی حکم تھا کہ جب کسی شخص سے اسلام کی کوئی علامت ظاہر ہو جائے تو اس سے لڑائی موقوف کر دو اور اس کا قتل نہ کرو، نہ اس کے مال کو غنیمت جانو۔

چنانچہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ اور امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ بنی سلیم کے ایک آدمی کا گزر صحابہ کرام کی جماعت پر سے ہوا، وہ اپنی بکریاں لے کر جا رہا تھا، اس نے صحابہ کرام کو سلام کیا (اور یہ اسلام کی علامت سمجھا جاتا ہے) صحابہ میں سے چند افراد نے کہا کہ اس نے اس لئے سلام کیا ہے تا کہ ہم اسے چھوڑ دیں۔ (اور قتل نہ کریں) چنانچہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین نے اسے کافر سمجھ کر شبہ میں قتل کر دیا اور اس کی بکریاں رسول اکرم ﷺ کی خدمت میں لے کر آئے، اس پر قرآن کریم کی یہ آیت یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اِذَا ضَرَبْتُمْ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ الخ نازل ہوئی کہ اے ایمان والو! جب تم اللہ کے راستے میں جہاد کے لئے نکلا کرو تو تحقیق کر لیا اور جو تمہیں سلام کرے اسے یہ مت کہو کہ تو مسلمان نہیں۔

لَیْسَتِ الدُّنْیَا وَلَاحَیَوَانُهَا
مَا سِوٰی لَهْوٍ وَلَعِبٍ اَوْ خَلَلْ

(ترجمہ) یاد رکھو دنیا کی زندگی لہو ولعب کے سوا کچھ بھی نہیں۔

تشریح: دنیا کی زندگی کھیل تماشہ کی طرح ہے۔ جس طرح کھیل تماشہ میں تھوڑی دیر کا مزہ رہتا ہے، اسی طرح دنیوی زندگی میں جو زیب وزینت کی چیزیں

نظر آتی ہیں وہ بھی تھوڑے ہی دن کے لئے ہیں۔ حدیث میں فرمایا گیا اَلدُّنْیَا سِجْنُ الْمُؤْمِنِ وَجَنَّةُ الْکَافِرِ کہ دنیا مومن کے لئے قید خانہ اور کافر کے لئے جنت ہے۔ یعنی کافر یہ سمجھتا ہے کہ دنیا ہی سب کچھ ہے، آخرت کا کوئی تصور اس کے یہاں نہیں ہے، اس لئے وہ اس کی زیب وزینت سے پورا پورا فائدہ اٹھاتا ہے۔ اور مومن یہ سمجھتا ہے کہ اگر میں یہاں فائدہ اٹھا لوں گا تو آخرت میں میرا کوئی حصہ نہیں رہے گا، اس لئے وہ اپنی بہت سی چیزوں کو قربان کر دیتا ہے کہ مجھے تو آخرت میں ہی لینا ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں ارشاد فرمایا فَمِنْهُمْ مَّنْ یَّقُوْلُ رَبَّنَآ اٰتِنَا فِی الدُّنْیَا وَمَالَهٗ فِی الْاٰخِرَةِ مِنْ خَلَاقٍ کہ کچھ لوگ یہ کہتے ہیں کہ اے ہمارے پروردگار ہمیں دنیا میں دیدے اور ان کے لئے آخرت میں کوئی حصہ نہیں۔

هٰذِهِ الدُّنْیَا کَنَسْجِ الْعَنْکَبُوْ
تِ فَلَا فِیْهَا سِوٰی فَیْءٍ وَظَلْ

(ترجمہ) دنیا مکڑی کے جالے کی طرح کمزور اور فانی ہے، یہاں کی ساری چیزیں سائے کی طرح ہیں۔

تشریح: یعنی جس طرح مکڑی کا جالا بے جان ہوتا ہے، اگر ایک تنکا بھی لگ جائے تو پورا جالا ختم ہو جاتا ہے، اسی طرح دنیوی زندگی بھی بالکل کمزور اور فانی ہے۔ اور جس طرح سایہ بے جان ہوتا ہے اور اس کو قرار نہیں ہوتا، اسی طرح دنیا کی ہر چیز بے جان اور اس کو قرار نہیں ہے۔ اگر کوئی شخص سائے کے پیچھے دوڑتا رہے تو وہ بے وقوف سمجھا جاتا ہے، چنانچہ کہا جاتا ہے کہ گدھا اپنی بیوقوفی میں مشہور ہے، جب گدھا دیکھتا ہے کہ مجھ سے آگے سایہ جا رہا ہے تو وہ سمجھتا ہے کہ وہ کوئی اور گدھا ہے اور اسے لپک کر پکڑنا چاہتا ہے، وہ اس کے پیچھے تیز بھاگتا ہے مگر سائے کو پکڑ نہیں پاتا، اسی طرح دنیا کا حال ہے کہ انسان جتنا بھی دنیا کے پیچھے بھاگتا ہے دنیا اسے

پیچھے چھوڑتی ہوئی آگے بڑھتی چلی جاتی ہے، اور جب کوئی شخص دنیا کا پیچھا کرنا چھوڑ دیتا ہے تو دنیا خودبخود اس کے قدموں میں گر جاتی ہے اور دنیا کی تمام چیزیں اس کی اطاعت اور فرماں برداری کرتی ہیں۔

حضرت ابراہیم بن ادہم رحمۃ اللہ علیہ بلخ کے بادشاہ تھے، ایک دن بادشاہت چھوڑ کر فقیر بن گئے اور اللہ کی یاد میں مصروف ہو گئے، ایک دن ایک شاہی ملازم نے دریا کے کنارے آپ کو اس حالت میں دیکھا کہ اپنی معمولی سی گدڑی سوئی سے سی رہے ہیں، اس نے قریب آکر سلام کیا اور کہا کہ آپ اس شاہی زندگی کو چھوڑ کر یہاں جنگل بیابان میں پڑے ہوئے ہیں، یہاں آپ کا کوئی پرسان حال نہیں، کوئی مونس وغم خوار نہیں، آپ کو اس فقیری میں کیا مزہ آتا ہے؟

حضرت ابراہیم بن ادہم رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی سوئی دریا میں ڈال دی اور پھر دریا کی مچھلیوں کو حکم فرمایا کہ سوئی لے کر آؤ، چنانچہ سینکڑوں مچھلیاں آئیں، سب کے منہ میں سونے ایک ایک سوئی تھی۔ معلوم ہوا کہ جب انسان اللہ کا ولی بن جاتا ہے تو اس کو خشکی وسمندر کی دولت کا مالک بنادیا جاتا ہے، مگر وہ ان چیزوں کی پرواہ نہیں کرتا اور ان کو چھوڑتا ہوا اللہ کی یاد میں مستغرق ہو جاتا ہے۔

چنانچہ حضرت ابراہیم بن ادہم رحمۃ اللہ علیہ نے حکم فرمایا کہ مجھے سونے کی ضرورت نہیں، مجھے تو اپنی اس سوئی کی ضرورت ہے جس سے میں گدڑی سی رہا تھا۔
اس تمام واقعہ سے شاہی ملازم اور دیگر لوگوں کو یہ سبق مل گیا کہ پہلے حضرت ابراہیم بن ادہم کی حکومت صرف چند انسانوں پر تھی، اور ان میں بھی کچھ دل سے مطیع وفرمانبردار تھے اور کچھ بدرجہ مجبوری اطاعت کرتے تھے اور اب ان کی حکومت نہ صرف انسانوں کے دلوں پر بلکہ جانوروں اور دریا کے پانی پر بھی ہے، لہٰذا یہ حکومت ہزار ہا گنا پہلی بادشاہت سے بڑھ کر ہے۔

حضرت جنید بغدادی ایک عرصے تک شاہی پہلوان رہے، ایک دن ایک پتلا دبلا شخص آیا اور کہنے لگا کہ مجھے جنید سے کشتی کرنا ہے، اس کے جثہ اور ضعف کو دیکھ کر یہ اندازہ نہیں ہو رہا تھا کہ یہ شخص جنید سے ہاتھ ملا سکتا ہے، کیونکہ بڑے بڑے پہلوان جنید کے سامنے کانپ جاتے تھے اور اکھاڑے کو چھوڑ دیا کرتے تھے، مگر یہ کون بہادر شخص تھا کہ باوجود کمزور اور پتلا دبلا ہونے کے اپنی بات پر مصر تھا، اجازت مل گئی اور دونوں آمنے سامنے اکھاڑے میں آموجود ہوئے، جیسے ہی دونوں نے ایک دوسرے کے کاندھوں پر ہاتھ رکھے تو اس شخص نے آہستہ سے کہا کہ اے جنید! میں جانتا ہوں کہ میری کیا بساط کہ تم سے کشتی کروں، بڑے بڑے پہلوان تم سے کشتی کرنے میں کتراتے ہیں، لیکن میری مجبوری یہ ہے کہ میں فاقے سے ہوں، مفلوک الحال ہوں، انتہائی تنگی کی حالت میں ہوں اور سادات سے ہونے کی بنا پر میرے لئے صدقہ اور زکوۃ حرام ہے، یہاں کشتی دیکھنے والوں میں بادشاہِ وقت بھی ہے، وزراء بھی ہیں اور عوام بھی ہیں، اگر تم خود بخود چت ہو گئے تو مجھے انعام کے طور پر کچھ مل جائے گا جس سے میں اپنا پیٹ بھرلوں گا، میری تنگی فراخی سے بدل جائے گی اور تمہیں یقیناً اللہ اس کا بہت بڑا اجر مرحمت فرمائے گا، اتنا سنتے ہی حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ آبدیدہ ہو گئے اور کسی طرح کا داؤ اپنائے بغیر خود بخود لیٹ گئے، لوگوں نے کہا کہ ایسا ہرگز نہیں ہو سکتا کہ ایک معمولی سا شاہی پہلوان کو چت کردے، چنانچہ دوسری بار اور پھر تیسری بار ایسا ہی ہوا، یہاں تک اس سید کو انعام کا مستحق قرار دیا گیا، مگر جب خلیفہ وقت نے علیحدگی میں پوچھا کہ آج کیا معاملہ پیش آیا؟ تو حضرت جنید رحمۃ اللہ علیہ نے پورا واقعہ سنا دیا۔

اپنی دولت میں سے ایک چھوٹا سا حصہ دیدینا تو معمولی بات ہے لیکن اپنا پورا ملنا والا حصہ دوسرے نام کردینا اور تمام حاضرین اور ناظرین کے سامنے اپنے کو بے

عزت کر دینا بڑے دل گردہ کی بات ہے۔اسی دن سے جنید شاہی دربار سے مستعفی ہوئے اور پھر یادِ الٰہی میں اس قدر منہمک ہوئے کہ بجائے جنید کے حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ مشہور ہوگئے۔

معلوم ہوا کہ جب انسان دنیا کو لات مار دیتا ہے تو اللہ تعالیٰ نہ صرف دنیا بلکہ دنیا کی ہر چیز کو اس کا مطیع وفرماں بردار بنا دیتا ہے۔مگر دولت کو دیکھ کر اچھے اچھوں کی نیت ڈگمگا جاتی ہے،لیکن اس امت میں ایسے ہزاروں افراد گزرے ہیں جنہوں نے دنیا کو لات ماردی مگر دین کو مضبوطی سے تھامے رہے۔حکیم الامت حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ بیعت کرنے کے سلسلے میں کافی سخت تھے،آپ کے یہاں پہلے خط وکتابت کے ذریعہ اصلاح کی اجازت لی تھی، پھر خط وکتابت کا سلسلہ جاری رہتا تب کہیں جا کر آپ بیعت فرمایا کرتے تھے،چنانچہ ایک مرتبہ ایک نواب بہت بڑی رقم لے کر تھانہ بھون حاضر ہوا،حضرت سے عرض کیا کہ حضرت! میں بیعت ہونے کے لئے آیا ہوں،حضرت تھانویؒ نے دریافت فرمایا کہ کیا پہلے سے خط وکتابت کا سلسلہ جاری ہے؟انہوں نے کہا نہیں!اور یہ کہہ کر ایک موٹی رقم کی تھیلی حضرت کے سامنے رکھ دی،گویا یہ کہنا چاہا کہ حضرت! خط وکتابت کی جگہ بس یہ رقم لے کر آ گیا ہوں۔حضرت نے فرمایا کہ مجھے اس رقم کی ضرورت نہیں،البتہ اگر خط وکتابت کا سلسلہ جاری رکھو گے تو پھر کسی وقت تمہیں بیعت کیلئے طلب کر لیا جائے گا۔نواب صاحب نے غصہ میں کہا کہ حضرت!اتنی موٹی اور اتنی بڑی رقم دینے والا آپ کو جلدی سے کوئی اور مرید نہیں ملے گا۔حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ جاؤ تم بھی یاد رکھنا کہ اتنی بڑی رقم پر لات مارنے والا جلدی سے کوئی اور پیر بھی نہیں ملے گا۔

طَالِبُ الدُّنْیَا کَکَلْبٍ خَائِبٍ

طَالِبُ الْاُخْرٰی اِلٰی فَوْزٍ وَصَلْ

(ترجمہ) دنیا کا طالب یقیناً خائب وخاسر ہے،ہاں طالبِ آخرت البتہ کامیاب ہے۔

تشریح: دنیا کا طلب گار سراسر نقصان اٹھانے والا ہے اور آخرت کا طلب گار فائدہ اٹھانے والا ہے۔اس لئے کہ دنیا کا دستور ہے کہ یہ ہر شخص کو یہی امید بندھاتی ہے کہ تجھے ایک لمبے زمانہ تک یہیں رہنا ہے،لیکن ابھی اس کی آرزوئیں پوری نہیں ہوتیں کہ اس کا وقت آجاتا ہے۔ ؎

یہ چمن یوں ہی رہے گا اور ہزاروں بلبلیں — اپنی اپنی بولیاں سب بول کر اُڑ جائیں گی

دنیا نے تو نہ جانے کتنے لوگوں کو اسی طرح کے خوشنما خواب دکھائے ہیں۔مگر اب ان کا حشر دیکھو کیا ہوا؟ کیا دنیا ان کے کچھ کام آسکی؟ ہرگز نہیں۔

حضرت رابعہ بصریہ رحمۃ اللہ علیہا کے پاس ایک شخص آیا جو بظاہر عبادت گزار اور زاہد شمار ہوتا تھا،اس نے آکر دنیا کی برائی بیان کرنی شروع کردی،اس کے ہر ہر جملے میں دنیا کی برائی تھی۔حضرت رابعہ بصریہ رحمۃ اللہ علیہا نے فرمایا کہ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ تم تارک الدنیا نہیں ہو، بلکہ تم نے دنیا کو اپنے دل میں بٹھا رکھا ہے، دنیا سے تمہیں بے حد محبت ہے،اس نے پوچھا کہ میں تو دنیا کی برائی کر رہا ہوں اور آپ فرما رہی ہیں کہ مجھے دنیا سے محبت ہے؟

رابعہ بصریہ رحمۃ اللہ علیہا نے جواب دیا مَنْ اَحَبَّ شَیْئًا اَکْثَرَ ذِکْرَهٗ کہ جس شخص کو کسی چیز سے زیادہ محبت ہوتی ہے تو وہ اس کا بار بار ذکر کرتا ہے۔

ثُمَّ عِنْدَ الصُّوْفِیَاءِ الْاَصْفِیَا

طَالِبُ الدُّنْیَا کَاُنْثٰی لَا رَجُلُ

(ترجمہ) صوفیاء اور خدا کے بندوں کے نزدیک تو دنیا کا طالب مؤنث ہی ہے۔

طَالِبُ الْاُخْرٰی فَخُنْثٰی مُشْکِلٌ

طَالِبُ الْمَوْلٰی فَقَطْ صَارَ الرَّجُلُ

(ترجمہ) پھر آخرت کا طالب بھی مذکر (مرد) نہیں بلکہ ان کے نزدیک مخنث (ہیجڑا) کہا جاتا ہے۔

تشریح:صوفیائے کرام فرماتے ہیں کہ جو شخص دنیا کا طالب ہے وہ مرد نہیں بلکہ عورت یعنی مونث ہے، اور جو شخص آخرت کا طالب ہے وہ بھی مرد نہیں بلکہ مخنث یعنی ہیجڑا ہے۔

فَـاطْلُبُـوا الْـمَـوْلـیٰ فَـرِضْوَانٌ مِنَ
اللّٰـهِ اَكْبَـرُ فِـی الْمَثَـانِـیْ قَدْ نَـزَلْ

(ترجمہ) (ہاں مولیٰ کا طالب ان کے نزدیک مرد ہے) پس دوستو! تم بھی رضائے رب ہی طلب کرو۔

تشریح: ہاں اصل مرد اور مذکر وہ شخص ہے جو مولیٰ کا طالب ہو۔ اس کا ہر کام اپنے مولیٰ کو راضی کرنے کیلئے ہو، وہ نماز پڑھے تو دکھاوے کیلئے نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کو راضی کرنے کیلئے پڑھے، روزہ رکھے تو اسلئے نہیں کہ لوگ اسے روزہ دار کہیں بلکہ اسلئے تاکہ اللہ تعالیٰ اس سے راضی ہوں، حج کرے تو حاجی کہلانے کیلئے نہیں بلکہ اللہ کی خوشنودی حاصل کرنے کیلئے، غرض مومن کا ہر کام اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کیلئے ہونا چاہئے، وہ ان چیزوں کو ترک کردے جن سے اللہ تعالیٰ ناراض ہوتا ہو، اور ہر وقت ذکرِ خداوندی میں مستغرق ہوجائے، ایسا شخص ہی صوفیاء کرام کے نزدیک مرد کہلانے کا مستحق ہے۔ اور جو شخص اللہ کے ذکر سے اندھا بن جائے اس پر ایک شیطان کو مسلط ہوجاتا ہے پس وہ شیطان ہر وقت اس کے ساتھ رہتا ہے اور وہ شیطان اپنے ساتھیوں کے ساتھ مل کر سب کے سب ان لوگوں کو (جو اللہ کے ذکر سے اندھے بن گئے ہیں سیدھے) راستہ سے ہٹاتے رہتے ہیں اور یہ لوگ خیال کرتے ہیں کہ ہم ہدایت پر ہیں۔

حدیث میں ہے کہ ہر شخص کے ساتھ ایک شیطان مقرر ہے۔ کافر کے ساتھ تو وہ ہر وقت شریک حال رہتا ہے کھانے میں بھی پینے میں بھی سونے میں بھی۔ لیکن مومن سے ذرا دور رہتا ہے یَـآ اَیُّهَا الَّـذِیْـنَ اٰمَـنُـوْا لَا تُـلْـهِكُمْ اَمْوَالُكُمْ وَلَآ اَوْلَادُكُمْ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ الیٰ اٰخر السورة. (سورہ منافقون، ع۲) اے ایمان والو! تم کو تمہارے مال اور اولاد (اور اسی طرح دوسری چیزیں) اللہ کی یاد سے غافل نہ کردیں اور جو لوگ ایسا کریں گے وہی خسارے والے ہیں اور ہم نے جو کچھ (مال ودولت) عطا کر رکھا ہے اس میں سے (اللہ کے راستہ میں) اس سے پہلے پہلے خرچ کرلو کہ تم میں سے کسی کی موت آجائے اور پھر (حسرت وافسوس سے) کہنے لگے کہ اے میرے پروردگار مجھے کچھ دنوں اور مہلت کیوں نہ دی تاکہ میں خیرات کرلیتا اور نیک بندوں میں شامل ہوجاتا اور اللہ جل جلالہٗ کسی شخص کو بھی موت کا وقت آجانے کے بعد مہلت نہیں دیتے اور اللہ کو تمہارے اعمال کی پوری پوری خبر ہے۔ (جیسا کروگے بھلا یا برا ویسا ہی پاؤگے)

اللہ جل شانہٗ کے ایسے بھی بندے ہیں جن کو کسی وقت بھی غفلت نہیں ہوتی۔ حضرت شبلیؒ فرماتے ہیں کہ میں نے ایک جگہ دیکھا کہ ایک مجنون شخص ہے لڑکے اس کے ڈھیلے مار رہے ہیں۔ میں نے ان کو دھمکایا وہ لڑکے کہنے لگے یہ شخص یوں کہتا ہے کہ میں خدا کو دیکھتا ہوں میں اس کے قریب گیا تو وہ کچھ کہہ رہا تھا میں نے غور سے سنا تو وہ کہہ رہا تھا کہ تو نے بہت ہی اچھا کیا کہ ان لڑکوں کو مجھ پر مسلط کردیا۔ میں نے کہا کہ یہ لڑکے تجھ پر ایک تہمت لگاتے ہیں کہنے لگا کیا کہتے ہیں، میں نے کہا یہ کہتے ہیں کہ تم خدا کو دیکھنے کے مدعی ہو، یہ سن کر اس نے ایک چیخ ماری اور کہا شبلی اس ذات کی قسم جس نے اپنی محبت میں مجھ کو شکستہ حال بنا رکھا ہے اور اپنے قرب وبعد میں مجھ کو بھٹکا رکھا ہے اگر تھوڑی دیر بھی وہ مجھ سے غائب ہوجائے (یعنی حضوری

حاصل نہ رہے) تو میں دردِ فراق سے ٹکڑے ٹکڑے ہو جاؤں یہ کہہ کر وہ مجھ سے منہ موڑ کر یہ شعر پڑھتا ہوا بھاگ گیا۔

خَیَالُکَ فِیْ عَیْنِیْ وَذِکْرُکَ فِیْ فَمِیْ
وَمَثْوَاکَ فِیْ قَلْبِیْ فَاَیْنَ تَغِیْبُ

تیری صورت میری نگاہ میں جمی رہتی ہے اور تیرا ذکر میری زبان پر ہر وقت رہتا ہے تیرا ٹھکانہ میرا دل ہے پس تو کہاں غائب ہوسکتا ہے۔

اَیُّ عَیْشٍ فِیْہِ اِنَّ الْعَیْشَ فِیْ
دَارِنَا الْاُخْرىٰ وَفِیْ رَوْضٍ خَضِلٌ

(ترجمہ) دوستو! یہاں کی عیش کس کام کی، عیش تو آخرت کی ہے جہاں ہمیشہ رہنا ہے۔

تشریح : دنیا کی عیش کس کام کی؟ معلوم نہیں کب موت آجائے اور یہ ساری عیش وعشرت ختم ہوجائے، گھر میں ڈکیتی پڑ جائے تو گھر کا مال اور عیش وآرام کا سامان ختم ہوجاتا ہے، گھر کا کوئی فرد کسی موذی مرض میں مبتلا ہوجائے تو ساری دولت ڈاکٹروں کی نذر ہوجاتی ہے، چھوٹا سا ایک زلزلہ آجائے تو پوری بستی اور پورا شہر ویران ہوجاتا ہے، غرض دنیا کی دولت اور یہاں عیش کو قرار نہیں۔ اصل عیش تو آخرت کی ہے جو کبھی ختم نہ ہوگی اور نہ وہاں کسی کو موت طاری ہوگی۔

دَارُکُمْ اُخْرىٰ ھِیَ الْحَیْوَانُ لَوْ
تَعْلَمُوْنَ ذَاکَ یَا اَھْلَ الْخَلَلْ

(ترجمہ) یادرکھو آخرت ہی تمہارا گھر ہے اور وہیں کی زندگی زندگی بھی ہے۔

تشریح: مسلمان کے لئے تو آخرت کی زندگی ہی زندگی ہے، دنیا کی زندگی تو اس کے لئے جیل خانہ کی طرح ہے، اس لئے کہ جو عیش وآرام وہاں نصیب ہوگا

اس کو دیکھ کر ہر کافر یہ تمنا کرے گا کہ کاش اسے دنیا میں پھر بھیج دیا جائے تاکہ وہ دنیا میں اچھے اعمال بجالائے، مگر کسی کو اس کی اجازت نہ دی جائے گی۔

حدیث شریف میں ہے کہ جنت میں جنتیوں کے لئے ایک نہر ہے جس کو نہر کوثر کہتے ہیں، اس نہر کے دونوں کنارے سچے موتیوں کے قبے ہیں، اس کی مٹی مشک خالص ہے اور اس کی کنکریاں لولو اور جواہر ہیں۔

ایک حدیث میں ہے کہ جنت کی گھاس زعفران ہے، اس کے ٹیلے مشک کے ہیں، چھوٹے چھوٹے خوبصورت غلمان اِدھر اُدھر سے میوے لالاکر پیش کریں گے، جنتی ان میووں کو کھائیں گے، وہ پھر دوسرا میوہ پیش کریں گے تو وہ جنتی کہیں گے یہ تو ہم نے ابھی ابھی کھایا ہے ھٰذَا الَّذِیْ رُزِقْنَا مِنْ قَبْلُ یہ تو وہی ہے جو ہمیں پہلے دیا گیا تھا۔ اس لئے کہ ظاہری شکل وصورت میں وہ بالکل ایک جیسے ہوں گے مگر ذائقے میں مختلف ہوں گے۔

جنت میں جنتیوں کے لئے پاک بیویاں ہوں گی جو ہر قسم کی گندگی اور ناپاکی سے دور ہوں گی، نہ ان کو پیشاب کی ضرورت نہ ہوگی اور پاخانہ کی، نیز وہ تھوک اور رینٹ وغیرہ سے بھی پاک وصاف ہوں گی۔

اَیُّھَا الْخُلَّانُ اَنْتُمْ قَدْ جَنَحْتُمْ
اِلیٰ سُوْءِ الْفَعَالِ وَالْخَطَلْ

(ترجمہ) میرے دوستو! (افسوس کہ) تمہارے اعمال واخلاق اچھے نہ رہے۔

تشریح : اللہ تعالیٰ کو اپنے بندوں سے بڑی محبت ہے، بندے کا فریضہ یہ ہے کہ وہ زیادہ سے زیادہ اپنے پروردگار کی عبادت کرے، کیونکہ جب بندہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اپنے بندے پر فرشتوں کے سامنے فخر کرتا ہے، چنانچہ بخاری ومسلم میں ہے کہ دن کے فرشتے صبح صادق کے وقت آتے ہیں اور عصر کے

وقت چلے جاتے ہیں اور اس وقت رات کے فرشتے آتے ہیں جو صبح کے وقت جائیں گے، آنے والے فرشتے جب آتے ہیں اس وقت بھی اور جب جاتے ہیں تب بھی لوگوں کو صبح کی اور عصر کی نماز میں پاتے ہیں، جب یہ فرشتے بارگاہِ خداوندی میں پہنچتے ہیں تو اللہ تعالیٰ ان سے پوچھتے ہیں تم نے میرے بندوں کو کس حالت میں پایا؟ وہ جواب دیتے ہیں کہ اے اللہ! جب ہم گئے تو بھی نماز میں پایا اور جب ہم آئے تو بھی نماز میں چھوڑ کر آئے۔

مگر آج بندہ اللہ سے غافل ہوتا جا رہا ہے، عبادات میں سستی اور کاہلی ہوتی جا رہی ہے، اخلاق دن بہ دن گرتے جا رہے ہیں، حضور اکرم ﷺ نے جن اخلاق کا ہمیں درس دیا ہے افسوس آج ان کا فقدان ہوتا جا رہا ہے۔ حالانکہ اخلاق ہی کے ذریعہ مشرق سے لے کر مغرب تک اور شمال سے لے کر جنوب تک چاروں طرف اسلام پھیلا، اخلاق کو دیکھ کر لوگ جوق در جوق اسلام میں داخل ہوتے تھے، لیکن آج مسلمانوں کے اخلاق دیکھ کر غیر مسلم ان سے کترانے لگے ہیں۔

مَا قَدَعْتُمْ نَفْسَكُمْ عَنْ مَاثِمٍ
ثُمَّ غَشّىٰ نَفُسُكُمْ كُلَّ الرُّزَلُ

(ترجمہ) تم نے اپنے نفوس کی باگیں ڈھیلی چھوڑ دیں، نتیجہ یہ ہوا کہ وہ معاصی میں مبتلا ہو گئے۔

تشریح: وجہ یہ ہے کہ آج نفس امارہ کو ڈھیل دیدی ہے، اور لوگ نفس امارہ کے مطابق زندگی گزارنے لگے ہیں، حالانکہ نفس امارہ کا کام ہی برے کام کا حکم دینا ہے۔ حضرت یوسف علیہ السلام کو جب زلیخا نے سات تالوں میں بند کر کے اپنے دل کی بات کہی تو یوسف علیہ السلام نے معاذ اللہ کہہ کر وہاں سے بھاگنا شروع کیا، اللہ تعالیٰ کے حکم سے خود بخود تمام تالے کھلتے چلے گئے، حضرت یوسف علیہ السلام فرماتے ہیں وَمَا

اُبَرِءُ نَفْسِیْ اِنَّ النَّفْسَ لَاَمَّارَةٌ بِالسُّوْءِ الخ کہ میں اپنے آپ کو پاک نہیں کہتا کیونکہ نفس امارہ تو برائی کا ہی حکم کرتا رہتا ہے مگر یہ کہ میرا پروردگار رحم کرے، بیشک میرا پروردگار بڑا بخشنے والا مہربان ہے۔ معلوم ہوا کہ نفس امارہ کا کام ہی یہ ہے کہ وہ ہمیشہ برائی کا حکم کرتا ہے، لہٰذا جب انسان اس نفس کا کہنا مان لیتا ہے تو وہ خود بخود گناہوں میں بڑھتا جاتا ہے، اور پھر اس سے گناہوں کا چھوٹنا مشکل ہو جاتا ہے۔

نَفُسُكُمْ قَدْ بَارَزَتْ عَنْ جَهْلِهَا
خَالِقَ الْخَلْقِ وَمَوْلَانَا الْاَجَلُ

(ترجمہ) اور (طرہ یہ کہ) خدا کے مقابلے میں ڈٹ گئے۔

تشریح: اس کا مطلب یہ ہے کہ انسان اتنا نڈر ہو جائے کہ اللہ کا خوف اس کے دل سے نکل جائے، جب انسان کی یہ حالت ہو جاتی ہے تو وہ کھلم کھلا اور علی الاعلان گناہ کرتا پھرتا ہے اور اسے گناہ کرنے میں کوئی برائی یا قباحت معلوم نہیں ہوتی، چنانچہ آج معاشرے میں پھیلی برائیوں پر اگر ایک نظر ڈالی جائے تو معلوم ہوگا کہ ہوٹلوں اور قہوہ خانوں نیز پان کی دوکانوں پر لوگ نہ صرف گانے سننے میں مصروف ہیں بلکہ بآواز بلند موبائل فون کے ذریعہ گانے بجاتے ہیں، علی الاعلان فلمیں اور ٹی وی دیکھتے ہیں، یہ گویا کہ ایک طرح کا چیلنج اور مقابلہ ہے کہ ہماری مرضی ہے ہم اچھا کام کریں یا برا ہمارا کوئی کیا بگاڑ سکتا ہے؟ اللہم احفظنا منہ

وَهِيَ كَانَتْ جَامِحًا فِيْ جِهْلِهَا
مِنْ اِلٰهِ الْخَلْقِ مَوْلَانَا الْاَجَلُ

(ترجمہ) اور اپنی جہالت سے انتہائی سرکشی پر تل گئے۔

تشریح: جب انسان اس طرح کی مقابلہ آرائی کرتا ہے تو اسی کا نام سرکشی دیا جاتا ہے، کیونکہ ہونا یہ چاہئے تھا کہ انسان اپنے خالق کی اطاعت و فرماں برداری

کرتا،اس لئے کہ انسان کی تخلیق کا مقصد صرف اور صرف یہی ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت وفرماں برداری کرے۔

جب انسان سرکشی پر اتر جاتا ہے تو وہ دن رات گناہوں میں ڈوب جاتا ہے اور اس کو گناہ کرنے کی کوئی پرواہ نہیں ہوتی، مگر اسے یاد رکھنا چاہئے کہ جن لوگوں نے سرکشی کی ان کا انجام کیا ہوا؟ وہ صرف آخرت میں ہی عذاب کے مستحق نہیں ٹھہرے بلکہ دنیا میں بھی انکو ذلیل ورسوا کیا گیا اور طرح طرح کے مصائب میں گرفتار کیا گیا، اللہ تعالیٰ نے سرکشوں کی بستیاں ہی اجاڑ ڈالیں۔قوم نوح،قوم عاد اور قوم ثمود میں جب سرکشی حد سے زیادہ بڑھ گئی تو اللہ تعالیٰ نے ان پر عذاب مسلط کر دیا اور وہ زبردست عذاب میں گرفتار کر لئے گئے۔

وَالنَّبِیُّ قَالَ حَقًّا اِنَّهَا
اَکْبَرُ الْاَعْدَاءِ فِیْ جَنْبِ الرَّجُلُ

ترجمہ:(یاد رکھو) یہ وہی نفس ہے جس کو حدیث میں سب سے بڑا دشمنِ انسان فرمایا گیا ہے۔

تشریح :انسان کو گناہوں کا ابھارنے والا خود اس کا نفس ہے،نفس کی تین قسمیں ہیں۔(۱)نفس امارہ (۲)نفس لوامہ (۳)نفس مطمئنہ۔

حدیث پاک میں جس نفس کو انسان کا دشمن بتایا گیا اس سے مراد نفس امارہ ہے۔جس طریقے سے شیطان انسان کو ہمیشہ برائی کا حکم کرتا ہے اسی طرح انسان کا نفس بھی اسے برائی کی طرف لے جاتا ہے،اللہ کے نیک بندے سب سے پہلے اس نفس کی خواہش کو مارتے ہیں تبھی ان کو ایک مقام عطا ہوتا ہے۔

جب انسان اپنے آپ کو چھوٹا اور دوسرے کو بڑا یا اپنے آپ کو کمتر اور دوسرے کو افضل سمجھتا ہے تو انسان کا نفس مرجاتا ہے اور جب انسان اپنے کو بڑا اور افضل اور دوسرے کو چھوٹا اور کمتر سمجھتا ہے تو اس کا نفس فربہ ہوجاتا ہے، چنانچہ حضرت معاویہ

رضی اللہ عنہ مسجد میں پہنچے،نماز کا وقت ہو چکا تھا ابھی تک امام مسجد تشریف نہ لائے تھے،لوگوں نے عرض کیا کہ امیر المومنین! آپ ہی نماز پڑھا دیں۔امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے نماز پڑھا دی، جب نماز سے فارغ ہوئے تو ارشاد فرمانے لگے کہ شیطان نے مجھ پر عین نماز کی حالت میں حملہ کیا اور یہ وسوسہ ڈالا کہ امیر معاویہ! تم ان سارے لوگوں سے افضل ہو، اس لئے کہ افضل شخص کو ہی امام بنایا جاتا ہے، اسی وقت میں نے یہ تہیہ کرلیا تھا کہ آئندہ میں کبھی نماز نہیں پڑھاؤں گا۔ یہ ہے نفس کو مارنے کی ایک مثال۔

اَیُّهَا الْاِخْوَانُ لَاتَلُوُوْا اِلٰی
سُوْءِ اَفْعَالٍ یُؤَدِّیْ لِلْخَطَلُ

(ترجمہ)دوستو! (میری بات سنو) اور رذیل کاموں کا (نفس کی خاطر) ارتکاب مت کرو۔

تشریح :اس شعر سے یہ نصیحت کی جاتی ہے کہ اے لوگو!نفس کے دھوکے میں پڑ کر برائیوں اور رذیل کاموں کو نہ کرو، اس لئے کہ برائیاں اور گندے اعمال ہی دوزخ میں لے جانے والے ہیں۔

حدیث پاک میں ارشاد فرمایا گیا کہ دنیا میں جو لوگ کسی دیوتا کے پجاری ہیں وہ یہ سوچتے اور یقین رکھتے ہیں کہ ہمارے دیوتا قیامت کے دن ہماری بخشش کرائیں گے، لیکن قیامت کے دن وہ دیوتا اور شیاطین ان سے علیحدہ رہیں گے تو مشرکین کہیں گے کہ کاش کہ معلوم ہوتا کہ تم قیامت کے دن ہم سے علیحدہ ہوجاؤ گے تو ہم بھی دنیا میں تم سے اسی طرح علیحدہ رہتے اور پھر ان سب کو دوزخ میں ڈال دیا جائے گا جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے خود قرآن کریم میں بھی ارشاد فرمایا اِذْتَبَرَّأَ الَّذِیْنَ اتُّبِعُوْا مِنَ الَّذِیْنَ اتَّبَعُوْکَ الخ ۔(سورۂ بقرہ)

صَاحِ اِنَّ الْمَوْتَ مِيْعَادٌ لَكُمْ

ثُمَّ مَا اِعْدَادُ كَمْ لِلْمُرْتَحَلْ

(ترجمہ) تمہاری میعادِ زندگی موت ہے، پس میں سوال کرتا ہوں کہ کیا تمہیں سامانِ آخرت میسر ہے؟

تشریح: انسان کی زندگی موت پر آ کر ختم ہو جاتی ہے، مرنے کے بعد اللہ تعالیٰ کے سامنے تو پیشی بعد میں ہوگی، سب سے پہلے قبر کے فرشتوں سے واسطہ پڑے گا، چنانچہ حدیث میں ارشاد فرمایا گیا کہ مرنے کے بعد جب انسان کو قبر میں رکھ دیا جاتا ہے اور عزیز و اقارب واپس چلے جاتے ہیں تو منکر نکیر اس شخص کے پاس آتے ہیں اور تین سوال کرتے ہیں۔

پہلا سوال مَنْ رَّبُّکَ تیرا رب کون ہے؟ دوسرا سوال مَادِیْنُکَ تیرا دین کیا ہے؟ اور پھر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی شکل دکھا کر پوچھا جاتا ہے کہ یہ کون ہیں؟ اگر بندہ پکا سچا مومن ہوتا ہے تو وہ ہر سوال کا جواب بخیر وخوبی دیتا ہے، ورنہ ہر سوال کے جواب میں لا ادری کہتا ہے کہ مجھے معلوم نہیں۔

اگر بندہ فرشتوں کے صحیح صحیح جواب دیتا ہے تو اس کے لئے جنت کی کھڑکی کھول دی جاتی ہے جس کے ذریعے جنت کی ہوائیں اور خوشبوئیں آتی رہتی ہیں، پھر یہ بندہ آرام وراحت کی نیند سو جاتا ہے، یہاں تک کہ قیامت واقع ہو جاتی ہے۔ اور اگر بندہ فاجر وفاسق شخص ہے تو اس کے صحیح جواب نہ ملنے پر فرشتے اسے عذاب دیتے رہتے ہیں یہاں تک کہ یہ سلسلہ قیامت تک چلتا رہے گا۔ اس لئے انسان کو چاہئے کہ اچھے اعمال کر کے زیادہ سے زیادہ اپنے لئے ذخیرۂ آخرت بنائے۔

مَوْتُ كُلِّ الْخَلْقِ يَاتِىْ بَغْتَةً

لَيْسَ يُغْنِيْكُمْ اِذًا اِلَّا الْعَمَلْ

(ترجمہ) لوگوں کی موت دفعۃً آجاتی ہے، اور پھر عمل کے سوا کوئی چیز بھی کام نہیں آتی۔

تشریح: قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا وَالْبَاقِيَاتُ الصَّالِحَاتُ کہ نیک اعمال باقی رہنے والے ہیں۔ جب انسان پر موت کا وقت آجاتا ہے تو اس کا نیک عمل ساتھ جاتا ہے، جو اس کی مدد کرتا ہے، چنانچہ ایک حدیث میں ارشاد ہے کہ روزہ اور قرآن بھی شفاعت کرائیں گے، روزہ کہے گا کہ اے اللہ! اس شخص نے اللہ کی رضا کے لئے روزہ رکھا اور ہر طرح کے گناہ سے بچا رہا تو اس کی بخشش فرما اور قرآن کہے گا کہ اے اللہ! اس نے تیری آیات کو دل سے پڑھا اور ان کی تلاوت کی اے اللہ! تو اس کی بخشش فرما، چنانچہ دونوں کی سفارش قبول کر لی جائے گی۔ اور کچھ اعمال ایسے ہیں جن کا ثواب مرنے کے بعد بھی اس کو ملتا رہتا ہے مثلاً کنواں کھدوا دینا، مسجد یا مدرسہ بنوا دینا، سرائے وغیرہ بنوا دینا، مسجد کی ضرورت کے لئے قرآن کریم، رحل وغیرہ دینا وغیرہ وغیرہ۔

لَمْ نَجِدْ فِيْهَا اِمْرَءً ا قَدْ دَامَ فِىْ

هٰذِهِ الدُّنْيَا وَمِنْهَا مَا ارْتَحَلْ

(ترجمہ) ہم نے آج تک کوئی ایسا شخص نہیں دیکھا جو ہمیشہ دنیا ہی میں رہا ہو اور اس نے موت کا ذائقہ نہ چکھا ہو۔

تشریح: دنیا میں مختلف قسم کے لوگ آئے، کسی نے اللہ تعالیٰ کے وجود کا انکار کیا، کسی نے قیامت کے دن کا انکار کیا، کسی نے جنت اور دوزخ کا انکار کیا، کسی نے اللہ کے رسول کی رسالت کا انکار کیا، کسی نے معجزے کا انکار کیا، غرض ہر چیز کا انکار کرنے والے اس دنیا میں آئے، مگر آج تک کوئی شخص ایسا نہ آیا جس نے موت کا انکار کیا ہو، اس لئے کہ ہر شخص جانتا اور مانتا ہے کہ ہر ذی روح کو موت کا ذائقہ چکھنا ہے اور کوئی چیز موت کے چنگل سے بچنے والی نہیں ہے۔

كُلُّ حَيٍّ سَوْفَ يَأْتِيهِ الْفَنٰى
فِيْ فَنَاءِ الْبَيْتِ لَا يُغْنِي الْخَوَلُ

(ترجمہ) اس وقت بھی جو لوگ زندہ ہیں ان کے لئے موت یقینی ہے، انہیں موت سے مال اور خدم وحشم کوئی نہیں بچا سکتا۔

تشریح: جتنے لوگ بھی اس دنیا میں بستے ہیں بلکہ جتنے بھی روح والے چرند پرند ہیں سب کو موت کا ذائقہ چکھنا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے یہاں ہر چیز کے لئے ایک وقت مقرر کر دیا گیا ہے، جب وہ وقت پورا ہو جائے گا تو اس کو موت آ پہنچے گی۔

چنانچہ حدیث میں آتا ہے کہ جو شخص پکا سچا مومن ہوتا ہے اس کی روح اس طرح نکالی جاتی ہے جیسے آٹے میں سے بال نکال لیا جاتا ہے اور جو شخص کافر ہوتا ہے اس کی روح ایسے نکالی جاتی ہے جیسے کسی خاردار جھاڑی پر کوئی ریشمی کپڑا ڈال کر کھینچا جائے، جس طرح وہ کپڑا اپھٹ کر تار تار ہو جاتا ہے اسی طرح اس کافر کی حالت ہوتی ہے۔

لَيْسَ فِي الدُّنْيَا حَيَاةٌ دَائِمٌ
كُلُّ شَيْءٍ قَدْ دَنَا مِنْهُ الْأَجَلُ

(ترجمہ) دنیا کی حیات دائمی نہیں، ہر ذی روح کے لئے موت لازمی ہے۔

تشریح: دنیا کی حیات دائمی نہیں، عارضی ہے، کسی کی زندگی سو سال کسی کی کچھ کم وبیش، پھر جب موت کا وقت آ پہنچتا ہے تو حالت یہ ہوتی ہے کہ:

موت نے چپکے سے جانے کیا کہا
زندگی خاموش بن کر رہ گئی

انسان سوچتا رہ جاتا ہے کہ ابھی تو بہت سی آرزوئیں اور تمنائیں باقی ہیں، ابھی سے موت کا وقت کیسے آ گیا؟

كُلُّ شَيْءٍ هَالِكٌ إِلَّا عَزِيزٌ
قَدِيرٌ لَا يَزَالُ لَمْ يَزَلْ

(ترجمہ) اور حق تعالیٰ کے سوا ہر چیز کا ہلاک ہونا متیقن ہے، كُلُّ شَيْءٍ هَالِكٌ إِلَّا وَجْهَهُ۔

تشریح: قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے كُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ الخ کہ ہر شخص اور ہر جان فنا ہونے والی ہے باقی رہنے والی ذات صرف اللہ تبارک وتعالیٰ کی ہے۔ یہاں تک کہ ایک وقت وہ بھی آئے گا جب موت پر بھی موت طاری ہو جائے گی اور اس کو مینڈھے کی شکل میں کھڑا کر کے قربان کر دیا جائے گا۔

يَا إِلٰهِي أَنْتَ خَلَّاقُ الْوَرٰى
أَنْتَ حَيٌّ أَنْتَ بَاقٍ لَمْ يَزَلْ

(ترجمہ) خدایا! تو جہان کا پیدا کرنے والا ہے، تو ہی ہمیشہ زندہ اور باقی رہنے والا ہے۔

تشریح: یہاں سے مناجات کا آغاز فرماتے ہیں، اللہ تعالیٰ نے ساری دنیا کو پیدا فرمایا ہے، اسی نے زمین وآسمان کو پیدا کیا، وہی تمام مخلوق کو روزی پہنچاتا ہے، روزی پہنچانے میں وہ اپنے اور بیگانے کی تمیز نہیں کرتا، بلکہ جو بندہ اللہ تعالیٰ کا منکر ہے اسے اور زیادہ دیتا ہے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے دعا فرمائی کہ اے اللہ! میرے اہل وعیال کو رزق مرحمت فرمانا، اللہ تعالیٰ نے فرمایا میں سب کو روزی پہنچاؤں گا۔ یعنی نیک لوگوں کو بھی اور بروں کو بھی۔ معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ سب کو ہی روزی پہنچاتا ہے۔

حکایت نقل کی گئی ہے کہ ایک شخص نے راستہ چلتے ہوئے شیر کا ڈھانچہ دیکھا، سوچا کہ یہ کتنا زبردست شیر ہوگا؟ کاش کہ مجھے جادو آتا تو میں اسے زندہ کر کے دیکھتا،

چنانچہ وہ جادو سیکھنے کے لئے جادوگروں کی تلاش میں نکل گیا، تلاش بسیار کے بعد اسے ایک جادوگر نظر آیا، اس نے اس سے درخواست کی کہ میں جادو سیکھنے کی غرض سے دور دراز کا سفر طے کر کے آیا ہوں، آپ مجھے ایسا جادو سکھا دیں جس سے میں کسی مردہ چیز میں روح پھونک سکوں؟ اس نے انکار کر دیا، جب اس کا اصرار حد سے بڑھا تو اس نے جادو سکھانا شروع کر دیا، جب پورا جادو سیکھ لیا تو اس نے ایک مردہ چڑیا کو زندہ کر کے دیکھا اس کے منتر پڑھنے پر وہ چڑیا زندہ ہوگئی، اسے بے انتہا خوشی ہوئی اور اسی وقت اپنے استاد کو بتائے بغیر وہاں سے نکل گیا۔ تیزی سے اس شیر کے ڈھانچے کے قریب پہنچا اور منتر پڑھ کر شیر کو زندہ کرنے لگا، چنانچہ کچھ دیر بعد شیر زندہ ہوگیا، اس نے چاروں طرف نظر دوڑائی اور جب کوئی جانور نظر نہ آیا تو اس نے اسی پر حملہ کر کے اسے موت کے گھاٹ اتار دیا، اتفاق سے ایک اللہ والے اُدھر سے گزرے، انہوں نے دیکھا کہ ایک شیر بیٹھا ہوا ہے اور کسی انسان کی ہڈیاں اور تازہ خون پڑا ہوا ہے، انہوں نے اللہ تعالیٰ سے دعا فرمائی کہ اے اللہ! اس شیر کو زبان مرحمت فرما تا کہ میں اس کی بات سن سکوں، چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اس کو زبان مرحمت فرمائی اور اس نے کہا کہ اس شخص نے خالق بننا چاہا مگر رازق نہ بن سکا، اپنے جادو سے مجھے زندہ تو کر دیا، مگر میرے لئے رزق کا انتظام نہ کیا، اس لئے میں نے اسی کو اسی خوراک بنا لیا۔

اَنْتَ رَزَّاقُ الْاَحِبَّا وَالْعِدٰی

اَنْتَ حَسْبِیْ عِنْدَ اَرْزَاءٍ جَلَلْ

(ترجمہ) تو ہی دوست دشمن کو رزق دینے والا اور مصیبتوں کے وقت مدد کرنے والا ہے۔

تشریح: اللہ تعالیٰ ہی دوست اور دشمن کو رزق دینے والا ہے، وہی روزی ایک فرمانبردار اور اطاعت گزار کو ملتی ہے اور وہی نافرمان اور

گنہگار کو۔ اور وہی ہر مصیبت کے وقت مدد کرتا ہے، جب انسان اللہ تعالیٰ کو پکارتا ہے تو اللہ ہی اس کی مدد کرتا ہے۔

نزہۃ المجالس میں مذکور ہے کہ کوفہ میں ایک قلی تھا جس پر لوگوں کو بڑا اعتماد تھا، امین ہونے کی وجہ سے وہ تاجروں کا سامان اور روپیہ وغیرہ بھی لے جاتا کرتا تھا۔ ایک مرتبہ وہ سفر میں جا رہا تھا راستہ میں ایک شخص اس کو ملا، پوچھا کہاں جا رہے ہو؟ قلی نے جواب دیا کہ فلاں شہر کو، وہ کہنے لگا کہ مجھے بھی وہیں جانا ہے، اگر میں پاؤں چل سکتا تو تیرے ساتھ ہی چلتا کیا ایسا ہوسکتا ہے کہ ایک دینار کرایہ پر مجھے خچر پر سوار کر لے؟ قلی نے اس کو منظور کر لیا اور وہ اس پر سوار ہوگیا۔ راستہ میں ایک دوراہہ ملا جہاں سے دو طرف کو راستہ جاتا تھا، سوار نے پوچھا کدھر کو چلنا چاہئے؟ قلی نے عام اور معروف راستہ بتایا، سوار نے کہا کہ یہ دوسرا راستہ قریب کا ہے اور جانور کے لئے بھی سہولت کا ہے، اس لئے کہ اس پر سبزہ خوب ہے۔

قلی نے کہا کہ میں نے یہ راستہ دیکھا نہیں۔ سوار نے کہا کہ میں بارہا اس راستہ سے گیا ہوں۔ قلی نے کہا ٹھیک ہے اسی راستہ کو چلتے ہیں۔ تھوڑی دور چل کر وہ راستہ ایک وحشت ناک جنگل پر ختم ہوگیا جہاں بہت سے مردے پڑے تھے وہ شخص سواری سے اترا اور کمر سے خنجر نکال کر قلی کے قتل کرنے کا ارادہ کیا۔ قلی نے کہا ایسا نہ کر یہ خچر اور سامان سب کچھ لے لے یہی تیرا مقصود ہے، مجھے قتل نہ کر۔ اس نے نہ مانا اور قسم کھالی کہ پہلے تجھے ماروں گا پھر یہ سب کچھ لوں گا۔ اس نے بڑی منت سماجت کی مگر اس ظالم پر کوئی اثر نہ ہوا۔ قلی نے کہا اچھا مجھے دو رکعت آخری نماز پڑھنے دے۔ اس نے قبول کیا اور ہنس کر کہا جلدی سے پڑھ لے، ان مردوں نے بھی یہی درخواست کی تھی مگر ان کی نماز نے کچھ بھی کام نہ دیا۔ اس قلی نے نماز شروع کی۔ الحمد شریف پڑھ کر سورت بھی یاد نہ آئی۔ ادھر وہ ظالم کھڑا تقاضا کر رہا تھا کہ نماز

جلدی ختم کر۔ بے اختیار اس کی زبان پر یہ آیت جاری ہوئی اَمَّنْ یُّجِیْبُ الْمُضْطَرَّ اِذَا دَعَاهُ الْاٰیة۔ پڑھ رہا تھا اور رو رہا تھا کہ ایک سوار نمودار ہوا جس کے سر پر چمکتا ہوا خود (لوہے کی ٹوپی) تھا اس نے نیزہ مار کر اس ظالم کو ہلاک کر دیا۔ جس جگہ وہ ظالم مر کر گرا آگ کے شعلے اس جگہ سے اٹھنے لگے، یہ نمازی بے اختیار سجدہ میں گر گیا۔ اللہ کا شکر ادا کیا۔ نماز کے بعد اس سوار کی طرف دوڑا۔ اس سے پوچھا کہ خدا کے واسطے اتنا بتا دو کہ تم کون ہو اور کیسے آئے؟ اس نے کہا کہ میں اَمَّنْ یُّجِیْبُ الْمُضْطَرَّ کا غلام ہوں، اب تم مامون ہو جہاں چاہے چلے جاؤ یہ کہہ کر چلا گیا۔ معلوم ہوا کہ جب بندہ سچے دل سے اللہ کو پکارتا ہے تو اللہ اس کی پکار کو سنتا ہے اور اس کی مصیبت کو دور کرتا ہے۔

اَنْتَ غَفَّارٌ لِکُلِّ مُذْنِبٍ
اَنْتَ تَوَّابٌ لِکُلِّ الْمُبْتَهِلٖ

(ترجمہ) تو ہی گنہگاروں کی بخشش کرنے والا، اور عاجز بندوں کی توبہ قبول کرنے والا ہے۔

تشریح :اللہ تعالیٰ ہی گنہگاروں کی بخشش کرتا ہے اور وہی عاجز بندوں کی توبہ کرتا ہے، چنانچہ توبہ کا سلسلہ حضرت آدم علیہ السلام سے شروع ہوا، حضرت آدم علیہ السلام کو جب جنت میں بھیجا گیا تو ایک درخت کا پھل کھانے سے منع فرما دیا، شیطان ایک بھلے انسان کی شکل میں آیا اور کہنے لگا کہ اللہ تعالیٰ نے کچھ وقت کے لئے منع فرمایا تھا اس لئے کہ تم جنت کی غذاؤں کو برداشت نہیں کر سکتے تھے، مگر اب تو تم عادی ہو گئے ہو لہٰذا اب کھانے میں کوئی قباحت اور برائی نہیں ہے۔ غرض حضرت آدم علیہ السلام نے شیطان کے بہکانے سے اس درخت کا پھل کھا لیا، اس لغزش کی وجہ سے حضرت آدم علیہ السلام اور حضرت حوا علیہا السلام کو دنیا میں بھیج دیا گیا۔ آدم

علیہ السلام ہر لمحہ اللہ تعالیٰ سے توبہ و استغفار کرتے تھے، ایک روز حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقے اور طفیل میں دعا فرمائی تو اللہ تعالیٰ نے آپ کی توبہ کو قبول فرمایا اور آپ کے گناہ میں معاف فرما دیا اور قیامت تک آنے والی نسلوں کو یہ درس دے دیا کہ جب کسی سے کوئی گناہ ہو جائے تو اسے چاہیئے کہ وہ اللہ کی جناب میں توبہ و استغفار کرے اللہ تعالیٰ اس کی توبہ کو قبول فرما لیتا ہے اور وہ بڑا غفور رحیم ہے۔

عَبْدُکَ الْعَاصِیْ اِلٰهِیْ قَدْ اَتٰی
کَ مُقِرًّا بِالْمَعَاصِیْ وَالْخَلَلْ

(ترجمہ) خدایا! تیرا یہ گنہگار بندہ تیری درگاہ میں اپنی خطاؤں کا اعتراف کرتا حاضر ہوا ہے۔

تشریح: مصنف علیہ الرحمہ بارگاہ خداوندی میں عرض کرتے ہیں کہ اے اللہ! میں اپنی خطاؤں کا اعتراف کرتا ہوا حاضر ہوا ہوں۔ مومن بندے کی پہچان یہی ہے کہ وہ اپنے گناہوں کا اعتراف کر لیتا ہے، چنانچہ قیامت کے دن بھی مومن بندہ اللہ تعالیٰ کے روبرو حاضر ہوگا تو اللہ تعالیٰ ارشاد فرمائے گا کہ تو نے فلاں فلاں گناہ کیا تھا؟ وہ عرض کرے گا جی ہاں! پھر فرمائے گا کہ کوئی عذر ہے؟ بندہ عرض کرے گا کہ جی نہیں! اور جس وقت کسی کافر بندے سے پوچھا جائے گا کہ تو نے فلاں گناہ کیا ہے؟ تو وہ کہے گا کہ میں نے تو یہ گناہ نہیں کیا ہے، اس پر اللہ تعالیٰ اپنی زبان کو بند کر کے اس کے ہاتھ پاؤں کو گواہی کا حکم دیں گے چنانچہ وہ کہیں گے کہ ہاں ہاں! اس نے فلاں فلاں گناہ کئے ہیں۔

حدیث پاک میں آتا ہے کہ یوں تو گناہ ہر انسان سے سرزد ہوتے ہی ہیں، لیکن سب سے بہترین گناہ وہ ہے جو گناہ ہونے کے بعد توبہ کرے۔ اَلَا کُلُّکُمْ خَطَّاؤُوْنَ وَخَیْرُ الْخَطَّائِیْنَ التَّوَّابُوْنَ۔

قَدْ سَمِعْنَا تَوْبَةَ الْعَاصِیْ اِعْتَذَارًا

اِذَا جَاءَ یُنَاجِیْ مُبْتَهِلٗ

(ترجمہ) ہم نے سنا ہے کہ گنہگاروں کی توبہ ہی ان کی عذرخواہی ہے جبکہ وہ تجھے دل سے پکارتے ہوئے حاضر ہوں۔

تشریح: ہزاروں واقعات ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ جب بھی بندے نے اللہ تعالیٰ کی جناب میں توبہ کا دروازہ کھٹکھٹایا تو اللہ تعالیٰ نے اس کی توبہ قبول فرمائی ہے۔اس امت پر تو اللہ تعالیٰ نے خاص کرم یہ فرمایا کہ صرف سچے دل سے توبہ کر لینے سے اللہ تعالیٰ گناہوں کو معاف فرما دیتے ہیں، ورنہ بنی اسرائیل کے یہاں توبہ کا طریقہ بڑا سخت تھا۔

چنانچہ جس وقت انہوں نے بچھڑے کی پرستش کی تو اللہ تعالیٰ کا حکم ہوا کہ پکے سچے مومن ان مجرموں کو قتل کریں یہی ان کی توبہ ہے۔ چنانچہ اندھیرا چھایا ہوا تھا، حضرت موسیٰ علیہ السلام نے مجرموں کو بٹھا دیا اور دوسرے لوگ ان کو قتل کرتے گئے، یہاں تک کہ ستر ہزار لوگ قتل ہو گئے، حضرت موسیٰ علیہ السلام نے دعا فرمائی تو اللہ تعالیٰ نے ان کی توبہ کی قبولیت کا مژدہ سنایا، قتل ہونے والوں کو شہادت کا مرتبہ اور قتل کرنے والوں کو مجاہدین کا مرتبہ عطا فرمایا۔

رَبَّنَا اغْفِرْلِیْ وَلِلْاٰبَاءِ وَارْحَمْ

عَلَیْنَا وَاعْفُ عَنْ کُلِّ الزُّلَلْ

(ترجمہ) مولا! میری اور میرے ماں باپ اور اجداد کی مغفرت فرما اور خطاؤں سے درگذر کر۔

تشریح: دعا کا طریقہ یہی ہے کہ پہلے اپنے لئے پھر اپنے والدین یا اہل وعیال کے لئے دعا کرے پھر دوسروں کے لئے۔ چنانچہ حضرت نوح علیہ السلام نے

ساڑھے نوسو برس تک اپنی قوم کو رات دن سمجھایا اور توحید کی دعوت دی، مگر قوم نے ایک نہ مانی بالآخر آپ نے اپنی قوم کے لئے بددعا فرمادی، مگر اپنے لئے اور اپنے والدین کے لئے اور کشتی میں سوار ہونے والوں کے لئے دعا فرمائی رَبِّ اغْفِرْلِیْ وَلِوَالِدَیَّ وَلِمَنْ دَخَلَ بَیْتِیَ الخ. چنانچہ مصنف علیہ الرحمہ بھی اپنے اور اپنے والدین اور اجداد کی مغفرت کی درخواست کرتے ہیں۔

رَبَّنَا ارْزُقْنَا حَلَالًا طَیِّبًا

رَبَّنَا اشْرَحْ صَدْرَنَا وَارْفَعْ کَلَلْ

(ترجمہ) ہمیں اکل حلال عطا فرما اور نفسانی سستی ہم سے دور کردے۔

تشریح: حلال روزی سب سے بڑی چیز ہے، جس شخص کو یہ حلال روزی مل گئی اور حرام سے بچ گیا وہ شخص دونوں جہان میں کامیاب وبامراد ہوگا، کیونکہ اگر حرام روزی سے بننے والا خون کا ایک قطرہ سارے خون میں مل کر اسے خراب کر دیتا ہے اور اس کو پھر الگ ہونا ناممکن اور محال ہوتا ہے۔حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اکل حلال کی دعا فرمائی ہے اور اس طرح فرمایا ہے اَللّٰھُمَّ اکْفِنِیْ بِحَلَالِکَ عَنْ حَرَامِکَ وَاَغْنِنِیْ بِفَضْلِکَ عَمَّنْ سِوَاکَ کہ اے اللہ! ہمیں حلال روزی عطا فرما اور اپنے فضل وکرم سے اپنے علاوہ دوسروں سے بے نیاز فرمادے۔

حلال روزی کی وجہ سے انسان کی دعا اور بددعا قبول ہوتی ہے اور جب انسان کے پیٹ میں حرام غذا چلی جاتی ہے تو دعا اور بددعا کا اثر ختم ہو جاتا ہے، چنانچہ جس وقت عراق کا گورنر حجاج نے ظلم وستم شروع کیا، تو لوگوں نے کہا کہ حضور! کوفے میں نیک لوگوں کی ایک ایسی جماعت ہے جو رات دن عبادت میں مصروف رہتے ہیں، جب ہی کوئی حاکم ظلم کرتا ہے تو لوگ ان سے پاس پہنچ جاتے ہیں اور درخواست کرتے ہیں کہ آپ ان کیلئے بددعا فرمادیں، چنانچہ وہ مسلمانوں کی ایک بڑی جماعت کا خیال

کرتے ہوئے اس حاکم کیلئے بددعا کر دیتے ہیں، چنانچہ اس کی سلطنت وحکومت ختم ہو جاتی ہے۔ حجاج نے سن کر کہا کہ مجھے معلوم تھا اسلئے میں نے ان کی دعوت کی اور اس کھانے میں حرام غذا ملا دی، لہٰذا اب اگر میرے حق میں بددعا بھی کریں گے تو قبول نہ ہوگی۔ معلوم ہوا کہ دعاؤں کا اثر بھی اکل حلال سے وابستہ اور متعلق ہے۔ ایک شخص نے حضور اکرم ﷺ سے مصافحہ کیا، اس کے ہاتھ بڑے سخت معلوم ہوئے، پوچھا کیا کرتے ہو؟ اس نے بتایا کہ میں لوہار یا بڑھئی ہوں، حضور اکرم ﷺ نے فرمایا تمہارے ہاتھ کی حلال روزی میں اللہ تعالیٰ برکت عطا فرمائے۔

یَا اِلٰـهَ الْخَلْقِ ثَبِّتْنَا عَلٰی
دِیْنِ خَیْرِ الْخَلْقِ مَحَّاءِ الْمِلَلْ

(ترجمہ) ہمیں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے دین پر ہمیشہ قائم رکھ۔

تشریح: سورۂ فاتحہ میں اللہ تعالیٰ نے امت مسلمہ کو دعا کرنے کا طریقہ بتا دیا اور یہ بھی بتا دیا کہ وہ ہدایت اور سیدھے راستے پر قائم رکھنے کے لئے اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ کہہ کر دعا کرتا رہے۔

ہدایت کے معنی لطف وکرم سے کسی کو منزل مقصود تک پہنچا دینے کا نام ہے۔ بندہ اپنے پروردگار کے حضور میں دعا کرتے ہوئے عرض کرتا ہے کہ اے اللہ! میں کمزور ہوں، شیطان میرے ساتھ لگا ہوا ہے، کہیں ایسا نہ ہو کہ اس کے مسلسل ورغلانے اور بہلانے سے میں راہِ راست سے بھٹک جاؤں، لہٰذا مجھے اس راستے پر گامزن فرما جو سیدھا تجھ تک پہنچتا ہو اور اس پر ثابت قدمی سے چلنے کی توفیق عطا فرما۔ اللہ کے حضور میں دعا کرتے وقت بندہ اپنے ساتھ پوری امت کو اس دعا میں شامل کر کے کہتا ہے کہ اے اللہ! ہم سب کو سیدھے راستے پر چلا۔

ابن جریرؒ فرماتے ہیں کہ صراط مستقیم سے مراد وہ راستہ ہے جو واضح اور صاف ہو، اس میں کوئی ٹیڑھا پن نہ ہو۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ صراط مستقیم سے مراد اسلام ہے جو زمین وآسمان کے درمیان کی تمام چیزوں سے زیادہ وسیع ہے۔ ایک حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ اللہ تعالیٰ نے صراط مستقیم کی ایک مثال بیان فرمائی کہ اس کے دونوں طرف دو دیواریں ہیں، ان میں کئی کھلے ہوئے دروازے ہیں اور دروازوں پر پردے لٹک رہے ہیں، صراط مستقیم کے دروازے پر ایک پکارنے والا مقرر ہے جو کہہ رہا ہے کہ اے لوگو! تم سب کے سب اسی سیدھے راستے پر چلے آؤ، ٹیڑھی اور ترچھی اِدھر اُدھر راہوں پر نہ چلو، ایک پکارنے والا اس راستے پر ہے، جب کوئی شخص ان دروازوں میں سے کسی کو کھولنا چاہتا ہے تو وہ کہتا ہے کہ خبردار! اسے نہ کھولنا، اگر کھولا تو اس راہ لگ جائے گا اور صراط مستقیم سے ہٹ جائے گا، لہٰذا صراط مستقیم تو اسلام ہے اور دیواریں اللہ کی حدود ہیں اور کھلے ہوئے دروازے اللہ تعالیٰ کی حرام کردہ چیزیں ہیں اور دروازے پر پکارنے والا قرآن مجید ہے اور راستے کے اوپر سے پکارنے والا وہ کھٹکا ہے جو ہر ایماندار کے دل میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے بطور واعظ کے ہوتا ہے۔

ثُمَّ ثَبِّتْنَا عَلَی الْاِیْمَانِ یَا
رَبَّنَا الْقُدُّوْسَ حَتّٰی نَرْتَحِلْ

(ترجمہ) ہمارا خاتمہ بالخیر فرما اور ایمان کے ساتھ اٹھا۔ آمین

تشریح: آخر میں مصنف علیہ الرحمہ نے خاتمہ بالخیر اور ایمان کے ساتھ دنیا سے جانے کی دعا فرمائی، کیونکہ خاتمہ ہی اصل چیز ہے، اگر کوئی شخص ساری زندگی کافر رہا اور مرنے سے پہلے اسے ایمان اور اسلام کی توفیق ہوگئی تو ساری زندگی کے گناہ مٹ گئے اور ایمان والوں میں اس کا شمار ہو گیا، اور اگر کوئی شخص ساری زندگی

ایمان والا رہا لیکن مرنے سے پہلے خدانخواستہ وہ مرتد ہوگیا تو اس کے سارے نیک اعمال ختم ہوگئے اور وہ سخت نقصان میں ہوگیا۔ اسی طرح اگر کسی شخص نے مرنے کے پہلے پکی سچی توبہ کرلی اور اس کا خاتمہ ایمان پر ہوگیا تو وہ شخص کامیاب اور بامراد ہوگیا۔ چنانچہ روایت میں مذکور ہے کہ ایک شخص نے ساری زندگی کفر کیا، لیکن مرنے سے پہلے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آکر اسلام قبول کرلیا، صحابہ کرام جہاد کررہے تھے، یہ شخص بھی جہاد میں شامل ہوگیا اور شہادت کی موت اسے نصیب ہوگئی، ساری زندگی کے گناہ ختم ہوگئے اور قیامت تک صحابی کا نام مل گیا، اب کوئی قطب یا ولی ساری زندگی عبادت کرکے بھی اس کے مقام کو نہیں پاسکتا، جب کہ اس کو ایک نماز پڑھنے کا موقع بھی نہ مل سکا تھا۔ انسان کو اللہ تعالیٰ سے ہر وقت خاتمہ بالخیر کی دعا کرتے رہنا چاہئے۔

☆☆☆

فضائلُ النبی ﷺ

قَالَ رَبُّ الْخَلْقِ فِیْ قُرْاٰنِہٖ
اُکْرِمُوْا خَیْرَ الْوَرٰی فَخْرَ الرُّسُلُ

(ترجمہ) حق تعالیٰ کا صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو حکم ہوا کہ رسول اللہ ﷺ کا احترام کرو اور ان کے ساتھ ادب سے پیش آؤ۔

تشریح: حضور اکرم ﷺ افضل البشر اور سید البشر ہیں، آپ ہی کی وجہ سے تمام دنیا کو بسایا گیا، چنانچہ فرمایا گیا **لَوْلَاکَ لَمَا خَلَقْتُ الْاَفْلَاکَ** کہ اگر آپ کو پیدا کرنا نہ ہوتا تو میں آسمانوں کو پیدا نہ کرتا۔ آپ کو تمام انبیاء اور رسولوں کا سردار بنایا گیا، شب معراج میں آپ ﷺ کو تمام انبیاء اور رسولوں کا امام بنایا گیا، غرض آپ کا مرتبہ سب سے زیادہ بلند ہے۔

اس لئے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو حکم فرمایا گیا کہ حضور اکرم ﷺ کا زیادہ سے زیادہ سے ادب کرو، ہر وہ چیز جو ادب کے خلاف ہو اسے چھوڑ دو۔ اس لئے کہ مثل مشہور ہے "باادب بانصیب بے ادب بے نصیب"

ایک بزرگ اور عالم دین فرماتے ہیں کہ مجھے میرے استاد نے اٹھارہ سال ادب سکھایا اور دو سال علم سکھایا، سامعین میں سے کسی نے عرض کیا کہ حضرت! آپ

کی تمنا تو یہ رہی ہوگی کہ کاش! استاد مجھے علم اور زیادہ سکھا دیتے؟ فرمایا نہیں یہ تمنا رہی کہ اے کاش یہ دو سال بھی ادب ہی سکھا دیتے تو زیادہ بہتر تھا، کیونکہ ادب کی وجہ سے علم تو خود بخود آ جاتا ہے، مگر بے ادب علم سے محروم رہتا ہے۔

اَنۡتُمۡ لاَ تَرۡفَعُوۡا اَصۡوَاتَکُمۡ

فَوۡقَ صَوۡتِ الۡمُجۡتَبیٰ خَیۡرِ الرُّسُلۡ

(ترجمہ) اپنی آوازوں کو رسول اللہ ﷺ کے سامنے رسول اللہ کی آواز پر بلند مت کرو۔

تشریح: قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے بنی تمیم کو مخاطب فرما کر حضور اکرم ﷺ کا ادب کرنے کی تعلیم دی ہے، چنانچہ ایک مرتبہ بنی تمیم آپ ﷺ سے ملاقات کیلئے حاضر ہوئے، آپ حجرۂ مبارک میں تشریف رکھتے تھے، یہ لوگ باہر سے چلانے لگے اے محمد! باہر آیئے۔ اللہ تعالیٰ کو ان کی یہ بات بڑی ناگوار معلوم ہوگئی، چونکہ ابھی تک وہ حضور اکرم ﷺ کے مرتبہ سے کما حقہ واقف نہیں تھے، اسلئے ان کو ادب دینے کیلئے سورہ حجرات کی ابتدائی آیات نازل ہوئیں اور فرمایا گیا یٰٓاَیُّھَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا لَاتَرۡفَعُوۡا اَصۡوَاتَکُمۡ فَوۡقَ صَوۡتِ النَّبِیِّ وَلاَ تَجۡھَرُوۡا لَهٗ بِالۡقَوۡلِ کَجَھۡرِ بَعۡضِکُمۡ لِبَعۡضٍ اَنۡ تَحۡبَطَ اَعۡمَالُکُمۡ وَاَنۡتُمۡ لاَتَشۡعُرُوۡنَ کہ اے ایمان والو! اپنی آوازیں نبی کی آواز پر بلند نہ کیا کرو اور نہ چلا کر بولا کرو جیسے تم ایک دوسرے پر چلاتے ہو کہیں تمہارے اعمال اکارت نہ ہو جائیں اور تمہیں خبر بھی نہ ہو۔

اس آیت کے ذریعہ یہ تعلیم دیدی گئی کہ حضور اکرم ﷺ کے سامنے شور نہ کیا کرو، اور جیسے آپس میں ایک دوسرے سے بے تکلف اور کھل کر زور زور سے بات چیت کرتے ہیں یہ طریقہ حضور اکرم ﷺ کے ساتھ اختیار کرنا ادب کے خلاف ہے، جب آپ سے گفتگو کرنا ہو تو ہلکی آواز سے تعظیم اور احترام کے لہجہ میں ادب کے

ساتھ کرو، جس طرح ایک مہذب بیٹا اپنے باپ سے، ایک لائق شاگرد اپنے استاد سے اور ایک مخلص مرید اپنے پیرو مرشد سے کرتا ہے، بلکہ پیغمبر کا مرتبہ تو ان سب سے بہت زیادہ بڑھ کر ہے۔ آپؐ سے بات چیت کرتے وقت پوری پوری احتیاط رکھنی چاہئے، کہیں بے ادبی نہ ہو جائے، آپ کی شان میں بے ادبی بھی ایسی گستاخی ہوگی جس کی وجہ سے اعمال کے ضائع ہونے اور تمام محنت اکارت جانے کا اندیشہ ہے۔

اور یہ ادب صرف مجلس اور زندگی تک خاص نہیں بلکہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد بھی جو شخص آپ کی قبر اطہر پر جائے اس کے لئے ضروری ہے۔ یہاں تک کہ اگر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث سنی یا پڑھی جا رہی ہوں تو وہاں بھی اس ادب کو ملحوظ رکھنا ضروری ہے۔

فَاعۡلَمُوۡا مَا اَقۡسَمَ اللّٰهُ الۡقَوِیۡ

بِحَیَاةِ الۡاَنۡبِیَاءِ وَالرُّسُلۡ

(ترجمہ) حق تعالیٰ نے کسی نبی کی حیات کی قسم نہیں کھائی (جو کہ انتہائی الفت اور محبت کی علامت ہے)

مَاسِویٰ حَیَوَانِ خَتۡمِ الۡاَنۡبِیَاء

رَحۡمَةٍ لِلۡعَالَمِیۡنَ وَالرُّسُلۡ

(ترجمہ) سوائے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات کے۔ (یہ حضرت ابن عباسؓ کا قول ہے)

تشریح: اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں سوائے حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے کسی نبی کی قسم نہیں کھائی، مگر اپنے لاڈلے حبیب کی قسم کھاتے ہوئے لَعَمۡرُکَ اِنَّھُمۡ لَفِیۡ سَکۡرَتِھِمۡ یَعۡمَھُوۡنَ کبھی آپ کی ہدایت کی قسم کھائی اور فرمایا وَالنَّجۡمِ اِذَا ھَویٰ مَاضَلَّ صَاحِبُکُمۡ وَمَاغَویٰ، کبھی آپ کی رسالت کی

قسم کھائی اور فرمایا یٰسٓ وَالْقُرْاٰنِ الْحَکِیْمِ اور کبھی آپ کے شہر کی قسم کھائی اور فرمایا لَآ اُقْسِمُ بِھٰذَا الْبَلَدِ . غرض یہ تمام چیزیں انتہائی الفت اور محبت کی علامت ہیں۔

حُـرِّمَـتْ اَمْـوَالُ اَعْـدَاءٍ عَـلـیٰ
اَنْبِیَـاءٍ مَـاسِـوِیٰ فَخْـرِ الرُّسُـلُ

(ترجمہ) مالِ غنیمت آپ کے سوا تمام انبیاء پر حرام تھا، آپ کے لئے بلا شبہ جائز ہوا۔

تشریح :مسلمانوں کی جو لڑائی کافروں کے ساتھ ہوتی تھی، جب مسلمانوں کو فتح ہو جاتی تھی تو کافروں کا مال مسلمانوں کے لئے حلال تھا، اسی کو مال غنیمت کہا جاتا تھا، یہ مال غنیمت کسی نبی کے لئے جائز نہیں تھا بلکہ حرام تھا لیکن حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے جائز تھا۔ یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیات میں سے تھا۔ اور یہ بالکل ایسا ہی ہے جیسا کہ کچھ چیزیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کو خاص طور سے مرحمت فرمائی گئیں، مثلاً شب قدر وغیرہ۔

دِیْنُ سُـلْـطَـانِ الْوَرٰی خَیْـرِ الْبَشَـرِ
نَـاسِـخُ الْاَدْیَـانِ مَـحَّـاءُ الْـمِـلَـلُ

(ترجمہ) رسول اللہ ﷺ کا دین دوسرے تمام ادیان کے لئے ناسخ ہے۔

تشریح : چونکہ حضور اکرم ﷺ نبی آخر الزماں ہیں، آپ کے بعد کوئی نبی بنا کر نہیں بھیجا جائے گا، اسلئے پہلے تمام ادیان منسوخ ہو گئے، آپ ﷺ کے بعد اگر کوئی یہودی آپ پر ایمان نہیں لاتا تو وہ بھی کافر ہے اور اگر کوئی عیسائی آپ پر ایمان نہیں لاتا تو وہ بھی کافر ہے۔ اسلام کے آنے کے بعد پہلی تمام شریعتیں منسوخ ہو گئی ہیں۔

ایک مرتبہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ حضور اکرم ﷺ کی مجلس میں تورات کے کچھ صفحات لے کر آئے اور ان کو زور زور سے پڑھنے لگے، صحابہ کرام سن رہے

تھے، حضور اکرم ﷺ کا چہرہ غصہ سے سرخ ہو رہا تھا، حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ چونکہ بہت جلدی بھانپنے والے تھے، اس لئے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو اشارہ کیا کہ تم یہ اوراق پلٹتے جاتے ہو اور حضور اکرم صلی ﷺ کا غصہ بڑھتا جاتا ہے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا اے اللہ کے رسول! یہ بھی اللہ کی کتاب ہے، جس طرح قرآن کریم اللہ کی کتاب ہے، اور جس طرح قرآن کریم اللہ کے رسول ﷺ پر نازل ہوئی اسی طرح یہ بھی اللہ کے رسول حضرت موسیٰ علیہ السلام پر نازل ہوئی۔ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اگر آج اس مجلس میں ہوتے تو وہ بھی اسی شریعت کا اتباع کرتے اور وہ بھی قرآن کریم کی تلاوت کرتے۔

سَـوْفَ رُوْحُ الـلّٰـهِ عِیْسـیٰ یَتَّبِعُ
دِیْـنَ سُـلْـطَانِ الْوَرٰی لَـمَّـا نَـزَلُ

(ترجمہ) حضرت عیسیٰ علیہ السلام بھی قیامت کے قریب آسمان سے اتریں گے تو آپ ہی کا دین اختیار کریں گے۔

تشریح: حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو جب حضور اکرم ﷺ اور آپ کی امت کے فضائل معلوم ہوئے تو انہوں نے درخواست کی کہ اے اللہ! میں بھی اس امت میں شامل ہونا چاہتا ہوں، اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ تم نبی ہو اور اس امت کو پیغمبر ﷺ کے علاوہ کسی دوسرے نبی کی ضرورت نہیں، انہوں نے عرض کیا کہ میں نبی بن کر نہیں جانا چاہتا بلکہ حضور اکرم ﷺ کا امتی بن کر جانا چاہتا ہوں، چنانچہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اجازت مل گئی اور آپ قیامت کے قریب آسمان سے اتریں گے اور آپ ﷺ کی شریعت کا اتباع کریں گے۔

اَلـنَّبِیُّـوْنَ الْاُوْلٰی کَـانُـوْا کَـلِیْـمًـا
ذَبِیْــحًـــا اَوْ خَـلِیْلًا ذَانَبَـلُ

(ترجمہ) پہلے انبیاء میں کسی کو حق تعالیٰ نے کلیم بنایا، کسی کو ذبیح تو کسی کو خلیل بنایا۔

وَالنَّبِیُّ الْمُصْطَفٰی قَدْ کَانَ عَبْدًا

مُطِیْعًا خَاضِعًا مِثْلَ الذُّلَلُ

(ترجمہ) چنانچہ آپ خالص عبد اور خدا کے فرماں بردار بندے تھے۔

تشریح: اللہ تعالیٰ نے پہلے انبیاء ورسل کو الگ الگ خطاب عطا فرمایا، حضرت آدم علیہ السلام کو صفی اللہ کہا گیا یعنی اللہ کے منتخب کردہ، حضرت ابراہیم علیہ السلام کو خلیل اللہ یعنی اللہ کے دوست، حضرت اسماعیل علیہ السلام کو ذبیح اللہ یعنی اللہ کے نام پر قربان ہونے والے، حضرت موسیٰ علیہ السلام کو کلیم اللہ یعنی اللہ تعالیٰ سے کلام کرنے والے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو روح اللہ کہا گیا، ان سب سے ہٹ کر حضور اکرم ﷺ کیلئے عبداللہ کا خطاب مرحمت فرمایا گیا یعنی اللہ کے بندے۔ چنانچہ معراج کا واقعہ بیان فرماتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا سُبْحَانَ الَّذِیْ اَسْرٰی بِعَبْدِہٖ ، اسی طرح سورۂ نجم میں فرمایا فَاَوْحٰٓی اِلٰی عَبْدِہٖ مَآ اَوْحٰی.

وَیَرٰی سُلْطَانُ کُلِّ الْاَنْبِیَاءِ

مِنْ وَرَاءِ ظَهْرِہٖ کُلَّ الْمَثَلُ

(ترجمہ) آپ پیٹھ کے پیچھے سے بھی ایسا ہی دیکھتے تھے جیسا آگے سے۔

ثُمَّ اَیْضًا کَانَ مَوْلَانَا یَرٰی

فِی اللَّیَالِیْ وَالظَّلَامِ الْمُنْسَدِلُ

(ترجمہ) آپ اندھیرے میں بھی ایسا ہی دیکھتے تھے جیسا کہ اجالے میں۔

تشریح: حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین سے فرمایا کہ تم رکوع سجدہ اچھی طرح ادا کیا کرو، خدا کی قسم میں تمہیں پیٹھ کے پیچھے سے بھی دیکھتا ہوں۔

حضرت امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ علماء کا اس پر اتفاق ہے کہ اس حدیث سے آپ ﷺ کا پیچھے سے بھی دیکھنا ثابت ہے۔ امام زاہدی ﷺ نے اپنے رسالہ ناصریہ میں ثابت کیا ہے کہ آپ کے دوشانوں کے درمیان دو آنکھیں سوئی کے سوراخ جیسی تھیں جن کی روشنی کو کوئی کپڑا نہیں چھپا سکتا تھا۔ نیز آپ اندھیرے میں بھی اجالے کی طرح دیکھتے تھے۔

کَانَ نُوْرًا جِسْمُ خَتْمِ الْاَنْبِیَاءِ

فِیْ ضِیَاءٍ مَالَهٗ فَیْءٌ وَظِلُّ

(ترجمہ) آپ کا جسم نورانی تھا، چنانچہ اسی وجہ سے آپ کا دھوپ اور چاندنی رات میں سایہ نہ پڑتا تھا۔

تشریح:

حضور اکرم ﷺ کا جسم نور سے لبریز تھا، جس کی وجہ سے آپ کا دھوپ اور چاندنی رات میں سایہ نہ پڑتا تھا۔ حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ سے ایک شخص نے مختلف سوالات کئے، آپ ہر ہر سوال کا جواب دیتے رہے، پھر اس نے اخیر میں پوچھا کہ حضرت! یہ اور بتلا دیجئے کہ حضور اکرم ﷺ کا سایہ پڑتا تھا یا نہیں؟ حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ آپ کا سایہ نہیں پڑتا تھا۔

حُرِّمَ الْاَزْوَاجُ لَا اَنْ تَنْکِحُوْا

فِیْ کَلَامِ اللّٰہِ قُرْاٰنٌ نَزَلْ

(ترجمہ) آپ کی ازواج مطہرات کا نکاح آپ کے بعد حرام کر دیا گیا۔

(انہیں تمام امت کی مائیں بنا دیا)

تشریح: حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تمام ازواج مطہرات تمام امت کی مائیں ہیں، ان سے نکاح کرنا حرام قرار دیا گیا، اسی لئے ازواج مطہرات نے ایک

عرصہ تک بیوہ ہونے کی حالت میں ہی زندگی گزاری، چنانچہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے پورے اڑتالیس سال اس حالت میں گزارے۔

اس حرمت کی وجہ نبوت کے علاوہ یہ بھی ہے کہ رسول اللہ ﷺ اور دوسرے انبیاء کرام علیہم السلام چونکہ زندہ ہیں اور مسلمانوں کا عقیدہ یہی ہے، اس لئے نہ ان کا مال میراث شمار ہوتا ہے نہ ان کی ازواج بیوہ اور نہ ان سے نکاح جائز ہے۔

قَدْرَایٰ مَوْلَاہُ اِذْ اَسْرٰی اِلٰی

اَلْمَسْجِدِ الْاَقْصٰی اِلٰی اَعْلٰی مَحَلْ

(ترجمہ) آپ نے زندگی ہی میں اللہ تعالیٰ کا جمال دیکھا اور جسد ظاہری کے ساتھ معراج میں گئے۔

تشریح: حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک اور پھر وہاں سے ساتویں آسمان کے بعد سدرۃ المنتہیٰ مقام سے آگے اللہ تعالیٰ کے پاس جسد ظاہری کے ساتھ بیداری کی حالت میں تشریف لے گئے، اور اللہ تعالیٰ کا جمال دیکھا، جس جمال کو موسیٰ علیہ السلام برداشت نہ کر سکے تھے اور پہاڑ جل کر راکھ ہو گیا تھا، وہاں اللہ تعالیٰ سے کچھ باتیں ہوئیں۔ اس کا کچھ واقعہ سورہ بنی اسرائیل میں اور کچھ سورۂ نجم میں مذکور ہے۔ اور جمہور صحابہ اور محدثین کے نزدیک یہ معراج بیداری کی حالت میں ہوئی ہے، خواب کی حالت میں نہیں۔ البتہ خواب کی حالت میں جو معراج کا ذکر ملتا ہے وہ اس کے علاوہ ہے۔

کَانَ مِثْلَ الْمِسْکِ طِیْبًا مَائُہٗ

اَلَّذِیْ مِنْ جِسْمِہِ الْاَزْکٰی نَسَلْ

(ترجمہ) آپ کے جسم مبارک سے جو پسینہ نکلتا تھا وہ عطر سے بھی زیادہ خوشبو رکھتا تھا۔

تشریح: حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے جو پسینہ نکلتا تھا وہ مشک اور عنبر کی خوشبو سے بھی زیادہ معطر ہوتا تھا۔ صحابہ کرام آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پسینے کو اپنے بدن اور کپڑوں پر مل لیا کرتے تھے۔

اَنَّہٗ مَخْدُوْمُ کُلِّ الْاَنْبِیَا

سَیِّدُ الْکَوْنَیْنِ مِقْدَامُ الرُّسُلْ

(ترجمہ) آپ تمام انبیاء کرام علیہم السلام کے مخدوم اور پیشوا ہیں۔

تشریح: حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تمام انبیاء اور رسولوں کے سردار اور امام ہیں۔ ایک روایت میں ہے کہ قیامت کے دن جب سارے انبیاء اللہ تعالیٰ کے سامنے سفارش کرنے سے انکار کر دیں گے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہی اللہ کے سامنے سفارش فرمائیں گے۔ چنانچہ بخاری میں ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ قیامت کے دن ایمان والے ایک جگہ جمع ہو کر کہیں گے کہ کیا اچھا ہوتا اگر ہم کسی کو اپنا سفارشی بنا کر اللہ تعالیٰ کے پاس بھیج دیتے، چنانچہ سب لوگ اکٹھے ہو کر حضرت آدم علیہ السلام کے پاس جائیں گے اور عرض کریں گے کہ آپ ہم سب کے باپ ہیں، اللہ تعالیٰ نے آپ کو اپنے دست مبارک سے پیدا فرمایا، اپنے فرشتوں سے آپ کو سجدہ کرایا، آپ کو تمام چیزوں کے نام سکھائے، آپ اللہ تعالیٰ کے حضور ہماری سفارش فرما دیں تاکہ ہمیں راحت نصیب ہو۔ حضرت آدم علیہ السلام کو اپنا گناہ یاد آ جائے گا، چنانچہ آپ جواب میں فرمائیں گے کہ میں اس لائق نہیں، البتہ تم نوح علیہ السلام کے پاس چلے جاؤ، وہ پہلے رسول ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے زمین والوں کی طرف بھیجا۔ سب لوگ یہ جواب سن کر حضرت نوح علیہ السلام کے پاس جائیں گے، وہ بھی یہی جواب دیں گے اور اللہ تعالیٰ کی مرضی کے خلاف اپنے بیٹے کے لئے اپنا دعا مانگنا یاد آ جائے گا، چنانچہ آپ شرماتے ہوئے فرمائیں گے کہ تم خلیل اللہ حضرت

ابراہیم علیہ السلام کے پاس چلے جاؤ۔ یہ سب ان کے پاس جائیں گے،لیکن یہاں سے یہی جواب پائیں گے، ابراہیم علیہ السلام فرمائیں گے تم موسیٰ علیہ السلام کے پاس چلے جاؤ جن سے اللہ تعالیٰ نے کلام فرمایا اور جنہیں تورات مرحمت فرمائی۔ یہ سن کر سب کے سب حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس جائیں گے اور ان سے بھی یہی درخواست کریں گے،لیکن یہاں سے بھی یہی جواب پائیں گے، ان کو بھی ایک شخص کو بغیر قصاص کے مار ڈالنا یاد آ جائے گا اور شرمندہ ہو جائیں گے اور فرمائیں گے کہ تم عیسیٰ علیہ السلام کے پاس چلے جاؤ، وہ خدا کے بندے اور رسول نیز کلمۃ اللہ اور روح اللہ ہیں، یہ سب ان کے پاس آ جائیں گے مگر یہاں بھی وہی جواب پائیں گے، آپ فرمائیں گے کہ تم محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس چلے جاؤ، جن کے اگلے پچھلے تمام گناہ بخش دیئے گئے، اب وہ سب کے سب میرے پاس آئیں گے، میں آمادہ ہو جاؤں گا اور اپنے پروردگار سے اجازت طلب کروں گا، مجھے اجازت مل جائے گی، میں اپنے پروردگار کو دیکھتے ہی سجدے میں گر پڑوں گا، جب تک اللہ تعالیٰ کو منظور ہوگا سجدے میں پڑا رہوں گا، پھر آواز آئے گی کہ سر اٹھایئے اور سوال کیجئے (آپ کا سوال) پورا کیا جائے گا، فرمایئے (آپ کا فرمان) سنا جائے گا، شفاعت کیجئے (آپ کی شفاعت) قبول کی جائے گی، اب میں اپنا سر اٹھاؤں گا اور اللہ تعالیٰ کی ان الفاظ میں تعریف کروں گا جو وہ اسی وقت مجھے سکھائے گا، پھر میں شفاعت کروں گا، میرے لئے حد مقرر کر دی جائے گی، میں انہیں جنت میں پہنچا کر پھر آؤں گا، پھر اپنے رب کو دیکھ کر اسی طرح سجدے میں گر پڑوں گا، پھر شفاعت کروں گا، پھر حد مقرر ہوگی، انہیں بھی جنت میں پہنچا کر تیسری مرتبہ پھر آؤں گا، پھر چوتھی بار حاضر ہوں گا، یہاں تک کہ جہنم میں صرف وہی رہ جائیں گے جنہیں قرآن نے روک رکھا ہو اور جن کے لئے جہنم کی ہمیشگی واجب ہوگئی ہو (یعنی کفر و شرک کرنے والے)۔

اُمَّةُ الْمَخْدُوْمِ اَيْضًا هٰكَذَا
فِي الْمَثَانِيْ خَيْرَ اُمَّةٍ قَدْ نَزَلْ

(ترجمہ) اسی طرح آپ کی امت بھی تمام امتوں کی پیشوا اور ان سے افضل ہے۔

تشریح: امت محمد یہ تمام امتوں کی پیشوا اور ان سب سے افضل ہے، اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں ارشاد فرمایا كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ کہ تم سب سے بہترین امت ہو۔ مسند احمد میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے مروی ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ مجھے وہ نعمتیں دی گئیں جو مجھ سے پہلے کسی اور کو نہیں دی گئیں، لوگوں نے دریافت کیا کہ وہ کیا ہیں؟ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میری مدد رعب سے کی گئی ہے، مجھے زمین کی کنجیاں دی گئی ہیں، میرا نام احمد رکھا گیا ہے، میرے لئے مٹی کو پاک کر دیا گیا ہے اور میری امت کو تمام امتوں سے بہتر بنایا گیا ہے۔

اسی طرح ایک روایت مسند احمد میں مذکور ہے کہ ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میری امت میں سے ستّر ہزار اشخاص بغیر حساب کتاب کے جنت میں جائیں گے، جن کے چہرے چودھویں رات کے چاند کی طرح روشن ہوں گی، سب ایک دل ہوں گے، میں نے اپنے پروردگار سے درخواست کی کہ اے اللہ! اس تعداد میں اور اضافہ فرمادے، اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہر ایک کے ساتھ ستر ہزار اور بھی، حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ یہ حدیث بیان کر کے فرمایا کرتے تھے کہ پھر تو اس تعداد میں گاؤں کے گاؤں بلکہ بادیہ نشین بھی آ جائیں گے۔

طبرانی میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم جنتیوں کا چوتھائی حصہ بننے کے بارے میں کیا کہنا چاہتے ہو؟ کیا تم چاہتے ہو کہ جنت کا چوتھائی حصہ تمہارے پاس ہو اور تین اور

حصوں میں تمام دیگر امتیں ہوں؟ ہم نے عرض کیا اللہ اور اس کا رسول زیادہ جانتا ہے، آپؐ نے فرمایا اچھا تہائی حصہ؟ ہم نے عرض کیا کہ یہ تو کافی ہے، فرمایا اگر آدھے آدھے ہوں تو تمہارا کیا خیال ہے؟ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا سنو! کل اہل جنت کی ایک سو بیس صفیں ہیں جن میں سے اسّی صفیں صرف اس میری امت کی ہوں گی۔

اِنَّمَا لِلْمُصْطَفٰی فَخْرِ الْاُمَمِ
قَالَ رَبُّ الْخَلْقِ عَلَّامُ الْاَزَلْ

(ترجمہ) اللہ جل جلالہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ہی۔

اِنَّہٗ اِنْ لَمْ تَجِدْ مَاءً تَیَمَّمْ
صَعِیْدًا اَوْ اِذَا مَاءٌ یَقِلُّ

(ترجمہ) پانی نہ ملنے کی صورت میں تیمّم کی اجازت دی (ورنہ پہلے انبیاء کو یہ آسانی میسر نہ تھی)

تشریح :اس کا بیان سورۂ نسا کی آیت نمبر۴۳ میں مذکور ہے چنانچہ فرمایا گیا وَاِنْ كُنْتُمْ مَّرْضٰٓى اَوْ عَلٰى سَفَرٍ اَوْ جَآءَ اَحَدٌ مِّنْكُمْ مِّنَ الْغَآئِطِ اَوْ لٰمَسْتُمُ النِّسَآءَ فَلَمْ تَجِدُوْا مَآءً فَتَيَمَّمُوْا صَعِيْدًا طَيِّبًا فَامْسَحُوْا بِوُجُوْهِكُمْ وَاَيْدِيْكُمْ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَفُوًّا غَفُوْرًا ۔ (ترجمہ) کہ اگر تم بیمار ہو یا سفر پر ہو تم میں سے کوئی شخص (پیشاب پاخانہ) کی ضرورت سے فارغ ہو کر آیا ہو یا تم نے عورتوں سے صحبت کی ہو اور تمہیں پانی نہ مل سکے تو تم پاک مٹی سے تیمّم کرلو، پھر اپنے منہ اور ہاتھوں کو ملو، بے شک اللہ بڑا معاف کرنے والا اور بخشنے والا ہے۔

تیمّم کی صورت یہ ہے کہ پاک زمین پر دونوں ہاتھ مار کر سارے منہ پر اچھی طرح مل لے، پھر دونوں ہاتھ زمین پر مار کر دونوں ہاتھوں کو کہنیوں تک مل لے۔

مٹی خود پاک بھی اور مطہر بھی ہے جیسے چمڑے کے موزے، تلوار، آئینہ وغیرہ اور جو نجاست زمین پر گر کر خاک ہو جاتی ہے وہ بھی پاک ہو جاتی ہے اور نیز ہاتھ اور چہرے پر مٹی ملنے میں تذلل اور عجز بھی پورا ہے جو گناہوں سے معافی مانگنے کی اعلیٰ صورت ہے۔ لہٰذا جب مٹی ظاہری اور باطنی دونوں طرح کی نجاست کو زائل کرتی ہے تو اس لئے عذر کے وقت اس مٹی کو پانی کے قائم مقام کر دیا گیا ہے۔

یہ بھی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے طفیل آپ کی امت کے ساتھ خاص ہوا، ورنہ پہلے انبیاء کی شریعت میں گرمی ہو یا سردی، بیمار ہو یا تندرست کسی صورت تیمّم کی اجازت نہیں تھی، اللہ تعالیٰ نے ضرورت کے وقت تیمّم کی اجازت دیدی اور مٹی کو پانی کے قائم مقام کر دیا، اس لئے کہ وہی سہولت اور معافی دینے والا ہے۔

كُلُّ اَرْضٍ مَسْجِدٌ لِلْمُصْطَفٰی
سَیِّدِ السَّادَاتِ مَوْلَانَا الْاَجَلُ

(ترجمہ) آپ ہی کے لئے تمام زمین مسجد ہے (جہاں چاہے آپ یا آپ کی امت نماز پڑھ سکتی ہے۔

تشریح :اسی طرح پوری زمین کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور امت محمدیہ کے لئے پاک بنا دیا گیا، جس جگہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم یا آپ کی امت چاہے نماز ادا کر سکتی ہے۔ جب کہ دوسرے انبیاء کے لئے یہ سہولت نہیں تھی، البتہ حمام اور قبرستان میں نماز پڑھنے سے منع فرمایا گیا ہے۔ چنانچہ ایک مرتبہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ بابل کی سرزمین پر جا رہے تھے، عصر کی نماز کا وقت ہو گیا، لیکن آپ نے وہاں نماز ادا نہ کی بلکہ اس زمین کی سرحد سے نکل جانے کے بعد نماز پڑھی اور فرمایا میرے حبیب حضرت محمد رسول اللہ ﷺ نے مجھے قبرستان میں نماز پڑھنے سے روک دیا ہے اور بابل کی زمین میں نماز پڑھنے سے روک دیا ہے، یہ زمین ملعون ہے۔

ملعون ہونے کی وجہ یہ ہے کہ شہر بابل میں ایک زمانے میں جادو کا بڑا چرچا تھا، اور یہودی بھی اس میں بری طرح ملوث تھے، اللہ تعالیٰ نے وہاں دو فرشتوں کو انسانی شکل میں بھیجا جن میں سے ایک کا نام ہاروت اور دوسرے کا ماروت تھا، ان کے بھیجنے کا مقصد یہ تھا تا کہ لوگوں کی آزمائش ہو سکے اور امتحان کی غرض سے انہیں جادو کی تعلیم کی اجازت بھی مرحمت فرمائی گئی، چنانچہ بڑے ذوق وشوق سے لوگ ان کے پاس آتے اور جادو کی باتوں میں دلچسپی لیتے، ہر چند کہ یہ فرشتے ان سے کہتے کہ دیکھو ہم صرف تمہاری آزمائش کا ذریعہ ہیں، یہ جادو کفر ہے، اسے صرف ہمارے ہاتھوں دیکھ لینا مگر عمل میں نہ لانا، لیکن یہود ان فرشتوں سے اس فن کے گر حاصل کرتے اور اس سے ناجائز امور انجام دیتے۔ جادو سیکھنے کے بعد وہ میاں بیوی کے درمیان جدائیگی کا جادو کرتے، اول اس جادو کے اثر سے شوہر کا رجحان بیوی کی طرف نہ رہتا، اسی طرح بیوی کی توجہ اپنے شوہر کی طرف سے ہٹ جاتی، جب دونوں کھچے کھچے رہتے تو کچھ دنوں بعد ان کے درمیان جدائیگی ہو جاتی۔

مَنْ رَاٰنِیْ فِی الْمَنَامِ قَدْ رَاٰی
الْحَقَّ قَدْ قَالَ بِہٖ فَخْرُ الرُّسُلُ

(ترجمہ) آپ نے فرمایا کہ جس نے مجھے خواب میں دیکھا اس نے حقیقۃً دیکھا۔

تشریح: حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جس شخص نے خواب میں مجھے دیکھا اس نے گویا کہ زندگی میں مجھے دیکھا، اسلئے کہ شیطان میری صورت اختیار نہیں کر سکتا۔

حضرت آدم علیہ السلام فرماتے ہیں کہ میرا شیطان تو مسلمان نہیں ہوا مگر میری اولاد میں نبی آخر الزماں کا شیطان مسلمان ہو جائے گا۔

اِنَّمَا اَعْطَاہُ حَوْضًا کَوْثَرًا
رَبُّہُ الْوَهَّابُ وَالْمَوْلَی الْاَجَلُ

(ترجمہ) حوضِ کوثر کے مالک تمام انبیاء کرام علیہم السلام میں آپ ہی بنائے گئے۔

تشریح: حوض کوثر کا ثبوت بعض محدثین کے نزدیک حد تواتر تک پہنچا ہوا ہے، قیامت کے دن جب کہ سورج کی تپش بھیجا پکتا ہوا ہوگا، ہر شخص العطش العطش یعنی پیاس پیاس چلائے گا، اس وقت حضور اکرم نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم حوض کوثر سے اپنی امت کو پانی پلا کر ان کی پیاس بجھائیں گے۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو سورۂ کوثر میں بشارت دیدی گئی کہ ہم نے آپ کو کوثر کا مالک بنا دیا، لیکن اس سے کون سی کوثر مراد ہے؟ اس میں علماء کرام کا اختلاف ہے، بعض علماء فرماتے ہیں کہ اس سے مراد جنت کی ایک نہر ہے جس کا نام کوثر ہے اور بعض علماء فرماتے ہیں کہ اس سے مراد وہ کوثر ہے جس سے قیامت کے دن حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی امت کو سیراب فرمائیں گے۔ علماء نے ان دونوں کے درمیان تطبیق کی شکل یہ دی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جنت کی نہر کوثر کے مالک ہیں اور قیامت کے دن اس کا پانی حوض کی شکل میں جمع کر دیا جائے گا جہاں سے آپ اپنی امت کو سیراب فرمائیں گے، اور اس کا نام بھی کوثر ہی ہوگا۔

بعض کفار حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں کہتے تھے کہ ان کے اب کوئی بیٹا نہیں رہا، ان کی زندگی کے بعد ان کا نام کون ہوگا؟ ایسے شخص کو ان کے یہاں اَبْتَرْ کہا جاتا تھا، اَبْتَرْ کے معنی دُم کٹے کے آتے ہیں، اس وقت اللہ تعالیٰ نے سورۂ کوثر کو نازل فرما کر آپ کو کوثر کی بشارت دی کہ ہم نے آپ کو کوثر کا مالک بنا دیا۔

قَبْلَ کُلِّ الْاَنْبِیَاءِ الْاَصْفِیَا
یَدْخُلُ الْجَنَّاتِ مِقْدَامُ الرُّسُلُ

(ترجمہ) تمام انبیاء کرام علیہم السلام سے پہلے آپ ہی جنت میں داخل ہوں گے۔

خَیْـرُ خَـلْـقٍ یَخْـرُجُ مِنْ قَبْـرِہٖ
قَبْـلَ کُـلِّ الْاَنْبِیَـاءِ وَالـرُّسُـلُ

(ترجمہ) سب سے پہلے اپنی قبر شریف سے آپ ہی اٹھیں گے۔

تشریح :حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم چونکہ تمام انبیاء اور رسولوں کے مقتدا اور پیشوا ہیں، اس لئے آپ تمام انبیاء کرام سے پہلے جنت میں داخل ہوں گے اور سب سے پہلے اپنی قبر مبارک سے آپ ہی اٹھیں گے۔

اِنَّـمَـا قَـدْ اُرْسِـلَ الْـمَـوْلٰـیٰ عَـلٰـیٰ
کُـلِّ اَقْـوَامِ الْبَـرَایَـا وَالْـقُبُـلُ

(ترجمہ) آپ ہی تمام دنیا پر نبی بنا کر بھیجے گئے (ورنہ پہلے انبیاء اپنی اپنی قوم ہی پر نبی ہو کر آتے تھے، اسی لئے ایک زمانہ میں ایک سے زیادہ بھی نبی جمع ہو جاتے تھے)

تشریح :پہلے ایک ایک خطے اور ایک ایک علاقے کے لئے ایک ایک نبی مبعوث ہوا کرتے تھے، چنانچہ ایک ہی زمانے میں ایک سے زیادہ نبی بھی ہو جایا کرتے تھے۔ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ایک قبطی کو گھونسہ مار کر موت کے گھاٹ اتار دیا تھا، تو آپ مصر سے باہر جانے لگے، آگے جا کر دیکھا کہ ایک کنویں پر کچھ لوگ پانی بھر رہے ہیں، کچھ اپنے جانوروں کو پلا رہے ہیں اور دو لڑکیاں اپنی بکریوں کو پانی پلانے کے لئے انتظار میں کھڑی ہیں، جب کافی دیر ہوگئی تو موسیٰ علیہ السلام نے پوچھا کہ تم کیوں پانی نہیں پلا رہی ہو؟ انہوں نے جواب دیا کہ جب یہ لوگ سب اپنے اپنے جانوروں کو پانی پلا کر فارغ ہو جائیں گے تب ہم اپنی بکریوں کو پانی پلائیں گے، اس سے ان کی معصومیت اور عاجزی وانکساری کا بھی پتہ چلا، موسیٰ علیہ السلام نے خود آگے بڑھ کر ان کی بکریوں کو پانی پلایا، جب یہ لڑکیاں اپنے

گھر پہنچی تو ان کے والد حضرت شعیب علیہ السلام نے پوچھا کہ آج اتنی جلدی کیسے آ گئیں؟ تو انہوں نے جواب دیا کہ ایک نووارد شخص نے آج ہماری مدد کی ہے، انہوں نے کہا کہ جاؤ ان کو بلا کر لاؤ، چنانچہ وہ لڑکیاں گئیں اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کو بلا کر لائیں، غرض ایک ہی زمانے میں اِدھر تو حضرت شعیب علیہ السلام نبی ادھر موسیٰ علیہ السلام کو نبوت سے سرفراز کیا گیا، اور جب فرعون کے پاس اللہ تعالیٰ نے بھیجا تو انہوں نے دعا فرمائی کہ اے اللہ! ہارون کی زبان مجھ سے زیادہ صاف ہے اسے بھی میرے ساتھ بھیج دے، چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ان کو بھی نبوت سے سرفراز فرما دیا۔

مگر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کسی ایک خطے یا علاقے کے لئے بلکہ پوری دنیا کے لئے نبی بنا کر بھیجے گئے ہیں، اور صرف انسانوں کی نبی نہیں بلکہ جنات کے بھی نبی ہیں، چنانچہ ایک رات حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم خاص جنات کے پاس ہی تشریف لے گئے اور ان کو دین اسلام کی دعوت دی۔

☆☆☆

شمائل النبی ﷺ

كَانَ خَيْرَ النَّاسِ وَجْهًا شِيْمَةً
اِصْطَفَاهُ الْحَقُّ فِيْ عِلْمِ الْاَزَلْ

(ترجمہ) آپ سب سے زیادہ خوبصورت اور سب سے زیادہ اچھی عادت کے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے علم ازل میں آپ کو منتخب فرما لیا تھا۔

تشریح: حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے ایک مرتبہ چاندنی رات میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا، میں کبھی آپ کی طرف دیکھتا تھا اور کبھی چاند کی طرف مگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے بہت زیادہ چاند سے پیارے معلوم ہو رہے تھے۔ (ترمذی)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ کوئی چیز خوبصورت نہیں دیکھی، ایسا معلوم ہوتا تھا کہ آپ کے چہرہ مبارک سے سورج نکل رہا ہے۔ (ترمذی)

حضرت حسین رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے والد سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت کے متعلق سوال کیا تو انہوں نے فرمایا کہ آپ ہمیشہ لوگوں میں رہتے تھے، نرم تھے نہ سخت تھے اور نہ متشدد۔ (ترمذی)

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دس سال تک خدمت کی ہے، آپ نے کبھی اُف تک بھی مجھے نہیں کہا، نہ کبھی یہ کہا کہ فلاں کام کیوں کیا اور فلاں کیوں چھوڑ دیا، غرض آپ بہت اچھی عادت والے تھے۔ (ترمذی)

كَانَ سِتِّيْرًا حَبِيْبًا فَوْقَ مَا
تُوْجَدُ الْعَذْرَاءُ فِيْ خِدْرِ الْكِلَلْ

(ترجمہ) آپ پردوں کی رہنے والی کنواری لڑکی سے بھی زیادہ حیادار تھے۔

تشریح: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے کبھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ستر نہیں دیکھا اور نہ انہوں نے میرا دیکھا۔ (ترمذی)

خَافِضًا لِلطَّرْفِ مِنْ فَرْطِ الْحَيَا
مُسْتَوِيَ الْخَلْقِ ثُمَّ الْمُعْتَدِلْ

(ترجمہ) آپ ہمیشہ نیچی نظر رکھتے تھے، آپ کے اعضاء میں بے حد اعتدال اور موزونیت تھی۔

تشریح: حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی نظریں جھکی ہوئیں اور زمین کی طرف رہتی تھیں۔ (ترمذی)

یہ حیاداری کی بھی علامت ہے اور تواضع وانکساری کی بھی، چنانچہ جس وقت مکہ فتح ہوا تو حضور اکرم ﷺ بجائے اپنے گردن اٹھانے کے آپ کی گردن جھکی ہوئی تھی بلکہ اونٹنی سے لگی جاتی تھی۔ حدیث پاک میں ارشاد فرمایا گیا مَنْ تَوَاضَعَ لِلّٰهِ رَفَعَهُ اللّٰهُ کہ جو شخص تواضع اختیار کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کو بلند مقام عطا فرماتا ہے۔

اَصْدَقُ الْاَقْوَالِ حَتّٰى فِي الْمِزَاحِ
وَلَا فِيْهِ لِكِذْبٍ مُدَّخَلْ

(ترجمہ) آپ اتنے سچے تھے کہ مذاق میں بھی کبھی جھوٹ نہیں بولتے تھے۔

تشریح : حضور اکرم ﷺ اس قدر سچے تھے کہ کفار مکہ باوجود دشمن ہونے کے آپ کو صادق کہا کرتے تھے۔ آپ مذاق میں بھی کبھی جھوٹ نہیں بولتے تھے، بلکہ اس میں سچائی مضمر ہوتی تھی، چنانچہ ایک مرتبہ ایک بڑھیا حاضر ہوئی اور اس نے عرض کیا کہ یارسول اللہ! دعا کیجئے کہ اللہ تعالیٰ مجھے جنت میں داخل کریں، آپ ﷺ نے فرمایا کہ بڑھیا عورتیں جنت میں جایا کرتیں، وہ عورت یہ سن کر رونے لگی اور مایوس ہونے لگی، اس کی مایوسی اور بے تابی کو دیکھ کر آپ نے صحابہ سے فرمایا کہ جاؤ اس سے کہو کہ اللہ بوڑھی عورتوں کو جنت میں داخل نہیں کرے گا بلکہ انہیں پہلے جوان اور کنواری بنائے گا اور پھر جنت میں داخل کرے گا۔ (ترمذی)

اِبْتِسَامًا کَانَ ضِحْکُ الْمُصْطَفٰی

لَیْسَ لِلْقَھْقَاہِ فِیْہِ مُدَّخَلُ

(ترجمہ) آپ جب ہنستے تو صرف تبسم فرماتے، قہقہہ بالکل نہ مارتے۔

تشریح : حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب ہنستے تو صرف تبسم فرماتے، قہقہہ یعنی کھل کھلا کر کبھی نہیں ہنستے تھے، ہنستے وقت آپ کے سامنے کے دانت ظاہر ہو جاتے تھے۔ (ترمذی)

حضور اکرم ﷺ ایک مرتبہ نماز کیلئے باہر تشریف لائے تو ایک جماعت کو دیکھا کہ وہ کھل کھلا کر ہنس رہی تھی اور ہنسی کی وجہ سے دانت کھل رہے تھے۔ حضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ اگر موت کو کثرت سے یاد کیا کرو تو جو حالت میں دیکھ رہا ہوں وہ پیدا نہ ہو۔ لہٰذا موت کو کثرت سے یاد کیا کرو۔ قبر پر کوئی دن ایسا نہیں گزرتا جس میں وہ یہ آواز نہ دیتی ہو کہ میں بیگانگی کا گھر ہوں۔ تنہائی کا گھر ہوں، مٹی کا گھر ہوں، کیڑوں کا گھر ہوں۔ جب کوئی مومن قبر میں رکھا جاتا ہے تو وہ کہتی ہے کہ تیرا آنا مبارک ہے، بہت

اچھا کیا تو آ گیا۔ جتنے آدمی زمین پر چلتے تھے تو اُن سب میں مجھے زیادہ پسند تھا، آج جب تو میرے پاس آیا ہے تو میرے بہترین سلوک کو دیکھے گا۔ اس کے بعد وہ قبر جہاں تک مردے کی نظر پہنچ سکے وہاں تک وسیع ہو جاتی ہے اور ایک دروازہ اس میں جنت کا کھل جاتا ہے جس سے وہاں کی ہوا اور خوشبوئیں اس کو آتی رہتی ہیں۔ اور جب کوئی بدکردار قبر میں رکھا جاتا ہے تو وہ کہتی ہے کہ تیرا آنا نامبارک ہے، بُرا کیا جو تو آیا۔ زمین پر جتنے آدمی چلتے تھے اُن سب میں تجھ ہی سے مجھے زیادہ نفرت تھی۔ آج جب تو میرے حوالہ ہوا ہے تو میرے برتاؤ کو بھی دیکھ لے گا۔ اس کے بعد وہ اس طرح سے اس کو دباتی ہے کہ پسلیاں آپس میں ایک دوسرے میں گھس جاتی ہیں اور ستّر اژدہے اس پر ایسے مسلط ہو جاتے ہیں کہ اگر ایک بھی زمین پر پھنکار مارے تو اس کے اثر سے زمین پر گھاس تک باقی نہ رہے۔ وہ اس کو قیامت تک ڈستے رہتے ہیں۔ اس کے بعد حضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ قبر یا جنت کا ایک باغ ہے یا جہنم کا ایک گڑھا ہے۔ (مشکوٰۃ)

اِذْ یُرِیْدُ النَّوْمَ یَاتِیْ مَفْجَعًا

تَالِیًا مِنْ بَعْضِ اٰیَاتٍ نَزَلُ

(ترجمہ) آپ جب سونے کا ارادہ فرما کر بستر پر تشریف لاتے تو اول چند قرآنی آیات کی تلاوت فرماتے۔

تشریح: حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ جب آپ ﷺ بستر پر آتے تو سورہ فلق، سورہ ناس، اور سورہ اخلاص پڑھ کر دونوں ہاتھ جمع کر کے ان پر دم کرتے اور پھر سر سے شروع کر کے تمام بدن پر اور جہاں تک ہاتھ پہنچ سکتا تھا ہاتھ پھیرتے اور اسی طرح تین مرتبہ کرتے۔ (ترمذی) حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب آپ بستر پر آتے تو اَللّٰھُمَّ بِاسْمِکَ اَمُوْتُ وَاَحْیٰی پڑھا کرتے یعنی اے اللہ! میں تیرے نام سے مرتا ہوں اور تیرے نام سے زندہ ہوتا ہوں۔ (ترمذی)

قَدْ رَاٰی فِیْ ظَهْرِ فَخْرِ الْاَنْبِیَا

خَاتَمًا اِذْ خَلْفَهٗ قَامَ الرَّجُلُ

(ترجمہ) ایک شخص آپ کے پیچھے کھڑا ہوتو اس نے دیکھا کہ آپ کی پشت مبارک پر ختم نبوت ہے۔

تشریح :حضوراکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے دونوں شانوں کے درمیان نبوت کی مہر تھی جو بالوں کے مجموعہ کی شکل میں تھی۔(ترمذی)

ایک مرتبہ حضوراکرم ﷺ نے اعلان فرمایا کہ میں نے اگر کسی کو کوئی تکلیف پہنچائی ہو تو مجھ سے بدلہ لے لے، ورنہ معاف کردے، ایک صحابی کھڑے ہوکر کہنے لگے کہ مجھے آپ نے ایک بار تکلیف پہنچائی تھی، آپ ﷺ نے فرمایا کہ لو بدلہ لے لو، انہوں نے کہا کہ آپ نے میری پیٹھ پر ایک لکڑی ماری تھی، حضوراکرم ﷺ نے اپنی کمر ان کے سامنے کردی، صحابہ انہیں گھورتے رہے مگر وہ کہنے لگے کہ جب میری کمر پر آپ نے لکڑی ماری تھی تو میری کمر ننگی تھی، لہٰذا آپ بھی اپنا کرتہ ہٹائیں، صحابہ نے اور تیکھی نگاہ سے دیکھا، حضوراکرم ﷺ نے اپنا کرتہ ہٹالیا، انہوں نے فوراً مہر نبوت کو چوم لیا اور کہا کہ میں تو اسی وقت معاف کرچکا تھا میری غرض تو مہر نبوت کو چومنا تھی تاکہ وہ بہشت کا حقدار بن سکوں۔

كَانَ يَرْضَى الطِّيْبَ وَالْعَذْبَ وَحُلْوًا

وَمَاءً ا بَارِدًا ثُمَّ الْعَسَلُ

(ترجمہ) آپ عطر پسند فرماتے، شیرینی، ٹھنڈا پانی اور شہد مرغوب تھا۔

تشریح :حضوراکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو تین چیزیں بڑی محبوب تھیں۔ عطر، ٹھنڈا پانی اور شہد۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ جب تمہیں کوئی شخص عطر دے تو اس کو واپس مت کرو اس لئے کہ عطر جنت سے نکلا ہے۔(ترمذی)

وَحَلِيْبًا وَصَلٰوةً وَاِسْتِيَا

كًا وَخَيْلًا فِيْ رُكُوْبٍ ثُمَّ خَلُ

(ترجمہ) دودھ پسند فرماتے، نماز، مسواک، سرکہ اور سواری میں گھوڑا پسند تھا۔

تشریح :اسی طرح آپ دودھ پسند فرماتے تھے، نماز کو آپ نے اپنی آنکھوں کی ٹھنڈک قرار دیا ہے۔ اور اسی لذت کی وجہ سے حضوراقدس صلی اللہ علیہ وسلم رات کا اکثر حصہ نماز ہی میں گزار دیتے تھے، یہی وجہ ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے وصال کے وقت خاص طور پر نماز کی وصیت فرمائی اور اس کے اہتمام کی تاکید فرمائی۔ متعدد احادیث میں ارشاد نبوی نقل کیا گیا اِتَّقُوا اللّٰهَ فِي الصَّلٰوةِ نماز کے بارے میں اللہ سے ڈرتے رہو۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ حضوراکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کرتے ہیں کہ تمام اعمال میں مجھے نماز سب سے زیادہ محبوب ہے۔ ایک صحابیؓ کہتے ہیں کہ میں ایک رات مسجد نبوی پر گزرا حضوراقدس صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھا رہے تھے مجھے بھی شوق ہوا، حضورؐ کے پیچھے نیت باندھ لی۔ حضورؐ سورۃ بقرہ پڑھ رہے تھے، میں نے خیال کیا کہ سو آیتوں پر رکوع کریں گے مگر جب وہ گزر گئیں اور رکوع نہ کیا تو میں نے سوچا کہ دوسو پر رکوع کریں گے مگر وہاں بھی نہ کیا تو مجھے خیال ہوا کہ سورۃ کے ختم پر ہی کریں گے جب سورۃ ختم ہوئی تو حضورؐ نے کئی مرتبہ اَللّٰهُمَّ لَكَ الْحَمْدُ اَللّٰهُمَّ لَكَ الْحَمْدُ پڑھا اور سورۃ آل عمران شروع کردی میں سوچ میں پڑ گیا۔ آخر میں نے خیال کیا کہ آخر اس کے ختم پر تو رکوع کریں گے ہی حضورؐ نے اس کو ختم فرمایا اور تین مرتبہ اَللّٰهُمَّ لَكَ الْحَمْدُ پڑھا اور سورۃ مائدہ شروع کردی اور اس کو ختم کرکے رکوع کیا اور رکوع میں سُبْحَانَ رَبِّيَ الْعَظِيْمِ پڑھتے رہے اور اس کے ساتھ کچھ اور بھی پڑھتے تھے جو سمجھ میں نہ آیا۔ اس کے بعد اسی طرح سجدہ میں

سُبْحَانَ رَبِّیَ الْاَعْلٰی بھی پڑھتے رہے اور اس کے ساتھ بھی کچھ پڑھتے تھے اس کے بعد دوسری رکعت میں سورۂ انعام شروع کر دی میں حضورؐ کے ساتھ نماز پڑھنے کی ہمت نہ کر سکا اور مجبور ہو کر چلا آیا۔ پہلی رکعت میں تقریباً پانچ پارے ہوئے اور پھر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا پڑھنا جو نہایت اطمینان سے تجوید اور ترتیل کے ساتھ ایک ایک آیت جدا کر کے پڑھتے تھے ایسی صورت میں کتنی لانبی رکعت ہوئی ہوگی انھیں وجوہ سے آپؐ کے پاؤں پر نماز پڑھتے پڑھتے ورم آجاتا تھا مگر جس چیز کی لذت دل میں اتر جاتی ہے اس میں مشقت اور تکلیف دشوار نہیں ہوتی۔

اور مسواک کا اہتمام فرمایا کرتے تھے، سرکہ آپ کو بہت پسند تھا، چنانچہ ایک روایت میں مذکور ہے کہ جس گھر میں سرکہ ہوگا تو وہ گھر کبھی خالی نہ ہوگا۔ سواری میں گھوڑا پسند تھا۔

حافظ ابن حجرؒ نے منبہات میں لکھا ہے ایک مرتبہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ مجھے دنیا میں تین چیزیں محبوب ہیں خوشبو، عورتیں اور میری آنکھوں کی ٹھنڈک نماز میں ہے۔ حضورؐ کے پاس چند صحابہؓ تشریف فرما تھے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا آپ نے سچ فرمایا مجھے تین چیزیں محبوب ہیں آپ کے چہرہ کا دیکھنا اپنے مال کو آپ پر خرچ کرنا اور یہ کہ میری بیٹی آپ کے نکاح میں ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا سچ ہے اور مجھے تین چیزیں محبوب ہیں امر بالمعروف نہی عن المنکر (اچھے کاموں کا حکم کرنا اور بری باتوں سے روکنا) اور پرانا کپڑا۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا آپ نے سچ کہا۔ اور مجھے تین چیزیں محبوب ہیں بھوکوں کو کھلانا، ننگوں کو کپڑا پہنانا اور قرآن پاک کی تلاوت کرنا۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے ارشاد فرمایا آپ نے سچ فرمایا اور مجھے تین چیزیں پسند ہیں۔ مہمان کی خدمت، گرمی کا روزہ اور دشمن پر تلوار۔ اتنے میں حضرت جبرئیل علیہ

السلام تشریف لائے اور عرض کیا کہ مجھے حق تعالیٰ شانہٗ نے بھیجا ہے اور فرمایا کہ اگر میں (یعنی جبرئیلؑ) دنیا والوں میں ہوتا تو بتاتا مجھے کیا پسند ہوتا؟ حضورؐ نے ارشاد فرمایا بتاؤ۔ عرض کیا بھولے ہوؤں کو راستہ بتانا، غریب عبادت کرنے والوں سے محبت رکھنا اور عیال دار مفلسوں کی مدد کرنا اور اللہ جل جلالہٗ کو بندوں کی تین چیزیں پسند ہیں۔ (اللہ کی راہ میں) طاقت کا خرچ کرنا (مال سے ہو یا جان سے) اور گناہ پر ندامت کے وقت رونا اور فاقہ پر صبر کرنا۔

كَانَ مَوْلَانَا اِذَا يَمْشِيْ فَيَمْشِيْ
كَانَ يَنْحَطُّ عَنْ مِثْلِ الْجَبَلْ

(ترجمہ) آپ جب چلتے تھے تو اس طرح جیسے کوئی زینے یا نشیب کی جگہ سے اترتا ہو۔

تشریح: حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب چلتے تھے تو ایسا معلوم ہوتا ہے جیسے بلندی سے پستی کی طرف آرہے ہوں اور نگاہیں آپ کی زمین پر رہتی تھی، نہ زیادہ تیز چلتے تھے اور نہ بالکل آہستہ بلکہ معتدل رفتار تھی۔

سِنُّهٗ عِنْدَ ابْتِسَامٍ كَانَ نُوْ
رًا كَبَرْقٍ مِنْهُ يَمْتَازُ السُّبُلْ

(ترجمہ) آپ کے دانت ہنسنے کے وقت چمکتے تھے بجلی کی طرح اور اس سے راستے چمک جاتے تھے۔

تشریح: حضور اکرم ﷺ کے دانت ہنسنے کے وقت بجلی کی طرح ایسے چمکتے تھے جس سے دور تک صاف دکھائی دیتا تھا۔ یہ آپ ﷺ کے معجزات میں سے ہے۔

اَكْحَلَ الْعَيْنَيْنِ مِنْ غَيْرِ اِكْتِحَالٍ
لَهُ الْاَسْنَانُ غَيْرُ الْمُتَّصِلْ

(ترجمہ) آپ کی آنکھیں بغیر سرمہ لگائے سرمگین تھیں اور دانتوں میں فصل تھا۔

تشریح: حضورا کرم صلی اللہ علیہ وسلم رات کے وقت سرمہ لگاتے تھے، دونوں آنکھوں میں تین تین سلائی یا دائیں آنکھ میں تین سلائی اور بائیں میں دو۔ مگر آپ کی آنکھوں کو دیکھ کر ایسا لگتا تھا گویا کہ ابھی ابھی سرمہ لگایا ہے۔اور دانتوں میں قدرے فصل تھا۔

قَالَ خَیۡرُ الۡخَلۡقِ فَخۡرُ الۡاَنۡبِیَا

اِنَّنِیۡ عَبۡدٌ لِعَلَّامِ الۡاَزَلۡ

ترجمہ: (آپ بے حد منکسر المزاج تھے) آپ نے صحابہ سے فرمایا کہ میں صرف اللہ کا بندہ ہوں۔

تشریح: یہ آپ کے منکسر المزاج ہونے کی علامت تھی کہ آپ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین سے فرماتے کہ میری زیادہ تعریف نہ کیا کرو میں تو صرف اللہ کا بندہ ہوں۔

جب آپ صحابہ کے مجمع میں تشریف لاتے اور کوئی تعظیم کیلئے کھڑا ہوتا تو فرماتے کہ میرے ساتھ وہ سلوک نہ کرو قیصر و کسریٰ بادشاہوں کیلئے کیا جاتا ہے۔ حالانکہ آپ ﷺ دونوں جہاں کے بادشاہ ہیں۔حضورا کرم ﷺ فرماتے ہیں کہ تم لوگ میری شان میں مبالغہ مت کیا کرو جیسا کہ نصاریٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی شان میں مبالغہ کیا (کہ وہ انہیں خدا کا بیٹا کہنے لگے) میں تو صرف خدا کا بندہ ہوں تم بھی یہی کہو کہ میں خدا کا بندہ ہوں اور اس کا رسول ہوں۔(ترمذی)

لَمۡ یَکُنۡ فِیۡ قَوۡلِہٖ اِلَّا نَعَمۡ

ثُمَّ لَبَّیۡکَ جَوَابُ مَنۡ سَئَلۡ

(ترجمہ) جب آپ کو کوئی شخص پکارتا تو آپ جواب میں فرماتے لبیک۔

تشریح: جب حضورا کرم ﷺ کو کوئی آواز لگاتا تو نَعَم یعنی ''ہاں'' نہیں کہتے تھے بلکہ آپ اس کی پکار پر لبیک کہا کرتے تھے یعنی میں حاضر ہوں۔کسی بات کے جواب میں گردن یا اشارے کنائے کا استعمال نہیں کرتے تھے۔

قَدۡ دَعَا لِلنَّاسِ رَحۡمًا فِی الۡاُحَدۡ

یَا اِلٰھِیۡ اِھۡدِھِمۡ خَیۡرَ السُّبُلۡ

ترجمہ: (آپ حلیم اس قدر تھے کہ) یوم احد میں آپ نے دعا فرمائی کہ اے خدا میری قوم کو بخش دے یہ جانتی نہیں کہ میں کون ہوں۔

تشریح: غزوۂ احد میں کفار نے بدر کا پورا پورا بدلہ لینا چاہا،اس لڑائی میں حضورا کرم ﷺ کو بہت تکلیفیں پہنچیں یہاں تک کہ آپ کے دندان مبارک بھی شہید ہوگئے،اور منافقوں نے چاروں طرف یہ خبر پھیلا دی کہ حضورا کرم ﷺ شہید ہوگئے،کفار آپ پر پتھر پھینکتے تو آپ یہ دعا فرماتے کہ اے اللہ! میری قوم کو بخش دے یہ جانتی نہیں کہ میں کون ہوں۔

اَلثِّیَابُ الۡبِیۡضُ وَالۡخَضۡرَاءُ قَدۡ

یَلۡبَسُ الۡمَوۡلٰی نَبِیٌّ ذُوۡ نَبَلۡ

(ترجمہ) آپ کبھی سبز اور کبھی سفید لباس استعمال فرماتے تھے۔

تشریح: لباس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے زمانے کی طرح کسی ایک رنگ کے پابند نہیں تھے،کبھی آپ سبز لباس استعمال فرماتے تھے اور کبھی سفید، نیز کمبل کا کرتہ اور یمنی جبہ بھی آپ نے پہنا ہے جس میں کئی رنگ کی دھاریاں ہوتی تھیں۔اسی طرح شام سے آپ کے لئے ایک جبہ تحفہ میں بھیجا گیا تھا جو گیروئی رنگ کا تھا، جب ملک شام کے لوگ آتے تو آپ اسی جبہ کو پہنا کرتے تھے۔البتہ زیادہ پسند آپ کو سفید رنگ تھا۔

كَانَ فِيْهِ الْجُوْدُ وَالْإِعْطَاءُ

وَالْبَذْلُ ثُمَّ الْخَوْفُ مِنْ مُوْلَى الْاَجَلْ

(ترجمہ) آپ انتہا درجہ کے سخی اور اللہ سے ڈرنے والے تھے۔

تشریح: حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سب سے زیادہ سخاوت کرنے والے اور سب سے زیادہ اللہ تعالیٰ سے ڈرنے والے تھے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ جب ابر، آندھی وغیرہ ہوتی تھی تو حضور اقدس ﷺ کے چہرۂ انور پر اس کا اثر ظاہر ہوتا تھا اور چہرہ کا رنگ فق ہو جاتا تھا اور خوف کی وجہ سے کبھی اندر تشریف لے جاتے اور کبھی باہر تشریف لاتے اور یہ دعا پڑھتے رہتے۔ اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ خَیْرَھَا وَخَیْرَ مَا فِیْھَا وَخَیْرَ مَا اُرْسِلَتْ بِہٖ وَاَعُوْذُ بِکَ مِنْ شَرِّھَا وَشَرِّمَا فِیْھَا وَشَرِّ مَا اُرْسِلَتْ بِہٖ.

(ترجمہ) یااللہ! اس ہوا کی بھلائی چاہتا ہوں اور جو اس ہوا میں ہو، بارش وغیرہ اس کی بھلائی چاہتا ہوں۔ اور جس غرض سے یہ بھیجی گئی اس کی بھلائی چاہتا ہوں، یااللہ! میں اس ہوا کی بُرائی سے پناہ مانگتا ہوں اور جو چیز اس میں ہے اور جس غرض سے یہ بھیجی گئی اس کی برائی سے پناہ مانگتا ہوں۔

اور جب بارش شروع ہو جاتی تو چہرہ پر انبساط شروع ہوتا۔ میں نے عرض کیا کہ یارسول اللہ ﷺ! سب لوگ جب ابر دیکھتے ہیں تو خوش ہوتے ہیں کہ بارش کے آثار معلوم ہوئے۔ مگر آپؐ پر ایک گرانی محسوس ہوتی ہے۔ حضورؐ نے ارشاد فرمایا، عائشہ! مجھے اس کا اطمینان ہے کہ اس میں عذاب نہ ہو۔ قوم عاد کو ہوا کے ساتھ ہی عذاب دیا گیا اور وہ ابر کو دیکھ کر خوش ہوئے تھے کہ اس ابر میں ہمارے لئے پانی برسایا جائے گا، حالانکہ اس میں عذاب تھا۔ (درمنثور) اللہ جل شانہ کا ارشاد ہے:

فَلَمَّا رَاَوْهُ عَارِضًا مُّسْتَقْبِلَ اَوْدِيَتِهِمْ. الْاٰيَة.

ترجمہ۔ اُن لوگوں نے (یعنی قوم عاد نے) جب اس بادل کو اپنی وادیوں کے مقابل آتے دیکھا تو کہنے لگے، یہ بادل تو ہم پر بارش برسانے والا ہے۔ (ارشاد خداوندی ہوا کہ) نہیں برسنے والا نہیں بلکہ یہ وہی (عذاب ہے) جس کی تم جلدی مچاتے تھے اور نبیؑ سے کہتے تھے کہ اگر تو سچا ہے تو ہم پر عذاب لا۔ ایک آندھی ہے جس میں دردناک عذاب ہے جو ہر چیز کو اپنے رب کے حکم سے ہلاک کر دے گی۔

چنانچہ وہ لوگ اس آندھی کی وجہ سے ایسے تباہ ہو گئے کہ بجز ان کے مکانات کے کچھ نہ دکھلائی دیتا تھا اور ہم مجرموں کو اسی طرح سزا دیا کرتے ہیں۔

یہ اللہ کے خوف کا حال اسی پاک ذات کا ہے جس کا سید الاولین والآخرین ہونا خود اسی کے ارشاد سے سب کو معلوم ہے۔ خود کلام پاک میں یہ ارشاد ہے کہ اللہ تعالیٰ ایسا نہ کریں گے کہ اُن میں آپ کے ہوتے ہوئے ان کو عذاب دیں۔ اس وعدۂ خداوندی کے باوجود پھر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے خوف الٰہی کا یہ حال تھا کہ ابر اور آندھی کو دیکھ کر پہلی قوموں کے عذاب یاد آ جاتے تھے۔ اسی کے ساتھ ایک نگاہ اپنے حال پر بھی کرنا ہے کہ ہم لوگ ہر وقت گناہوں میں مبتلا رہتے ہیں اور زلزلوں اور دوسری قسم کے عذابوں کو دیکھ کر بجائے اس سے متاثر ہونے کے توبہ استغفار نماز وغیرہ میں مشغول ہونے کے دوسری قسم قسم کی لغو تحقیقات میں پڑ جاتے ہیں۔

كَانَ مَوْلَانَا حَلِيْمًا صَابِرًا

لَيِّنًا لِلْكُلِّ حُرًّا اَوْ رُذَلْ

(ترجمہ) آپ حلیم تھے، مصائب پر صبر کرنے والے تھے، ہر اچھے اور بری آدمی سے نرمی سے پیش آتے تھے۔

تشریح: حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بڑے حلیم اور مصائب پر صبر کرنے والے تھے، نبوت مل جانے کے بعد نو برس تک نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مکہ مکرمہ میں

تبلیغ فرماتے رہے اور قوم کی ہدایت اور اصلاح کی کوشش فرماتے رہے، لیکن تھوڑی سی جماعت کے سوا جو مسلمان ہوگئی تھی اور تھوڑے سے ایسے لوگوں کے علاوہ جو باوجود مسلمان نہ ہونے کے آپ کی مدد کرتے تھے۔ اکثر کفار مکہ آپ کو اور آپ کے صحابہؓ کو ہر طرح کی تکلیفیں پہونچاتے تھے۔ مذاق اڑاتے تھے اور جو ہوسکتا تھا اس سے درگزر نہ کرتے تھے۔ حضورؐ کے چچا ابو طالب بھی ان ہی نیک دل لوگوں میں تھے جو باوجود مسلمان نہ ہونے کے حضورؐ کی ہر قسم کی مدد فرماتے تھے۔ دسویں سال میں جب ابو طالب کا بھی انتقال ہوگیا تو کافروں کو اور بھی ہر طرح کھلے مہار اسلام سے روکنے اور مسلمانوں کو تکلیف پہنچانے کا موقع ملا۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اس خیال سے طائف تشریف لے گئے کہ وہاں قبیلہ ثقیف کی بڑی جماعت ہے۔ اگر وہ قبیلہ مسلمان ہوجائے تو مسلمانوں کو ان تکلیفوں سے نجات ملے اور دین کے پھیلنے کی بنیاد پڑ جائے۔ وہاں پہونچ کر قبیلہ کے تین سرداروں سے جو بڑے درجے کے سمجھے جاتے تھے گفتگو فرمائی اور اللہ کے دین کی طرف بلایا اور اللہ کے رسول کی یعنی اپنی مدد کی طرف متوجہ کیا۔ مگر ان لوگوں نے بجائے اس کے کہ دین کی بات کو قبول کرتے یا کم سے کم عرب کی مشہور مہمان نوازی کے لحاظ سے ایک نو وارد مہمان کی خاطر مدارت کرتے، صاف جواب دے دیا اور نہایت بے رُخی اور بد اخلاقی سے پیش آئے۔ اُن لوگوں نے یہ بھی گوارہ نہ کیا کہ آپ یہاں قیام فرمالیں۔ جن لوگوں کو سردار سمجھ کر بات کی تھی کہ وہ شریف ہوں گے اور مہذب گفتگو کریں گے اُن میں سے ایک شخص بولا کہ اوہو! آپ ہی کو اللہ نے نبی بنا کر بھیجا ہے۔ دوسرا بولا کہ اللہ کو تمہارے سوا کوئی اور ملتا ہی نہیں تھا جس کو رسول بنا کر بھیجتے۔ تیسرے نے کہا کہ میں تجھ سے بات کرنا نہیں چاہتا، اس لئے کہ اگر تو واقعی نبی ہے جیسا کہ دعویٰ ہے تو تیری بات سے انکار کردینا معصیت سے خالی نہیں۔ اور اگر جھوٹ ہے تو میں ایسے

شخص سے بات کرنا نہیں چاہتا۔ اس کے بعد ان لوگوں سے ناامید ہوکر حضورؐ نے اور لوگوں سے بات کرنے کا ارادہ فرمایا کہ آپ تو ہمت اور استقلال کے پہاڑ تھے۔ مگر کسی نے بھی قبول نہ کیا۔ بلکہ بجائے قبول کرنے کے حضورؐ سے کہا کہ ہمارے شہر سے فوراً نکل جاؤ اور جہاں تمہاری چاہت کی جگہ ہو وہاں چلے جاؤ۔ حضورؐ جب ان سے بالکل مایوس ہوکر واپس ہونے لگے تو ان لوگوں نے شہر کے لڑکوں کو پیچھے لگا دیا کہ آپ کا مذاق اڑائیں، تالیاں پیٹیں، پتھر ماریں، حتیٰ کہ آپؐ کے دونوں جوتے خون کے جاری ہونے سے رنگین ہوگئے۔ حضورؐ اسی حالت میں واپس ہوئے۔ جب راستہ میں ایک جگہ ان شریروں سے اطمینان ہوا تو حضورؐ نے یہ دعا مانگی۔

اَللّٰھُمَّ اِلَیْکَ اَشْکُوْ ضُعْفَ قُوَّتِیْ وَقِلَّۃَ حِیْلَتِیْ وَھَوَانِیْ عَلَی النَّاسِ یَآاَرْحَمَ الرَّاحِمِیْنَ اَنْتَ رَبُّ الْمُسْتَضْعِفِیْنَ وَاَنْتَ رَبِّیْ اِلٰی مَنْ تَکِلُنِیْ اِلٰی بَعِیْدٍ یَتَجَھَّمُنِیْ اَمْ اِلٰی عَدُوٍّ مَلَّکْتَہٗ اَمْرِیْ اِنْ لَّمْ یَکُنْ بِکَ عَلَیَّ غَضَبٌ فَلَا اُبَالِیْ وَلٰکِنْ عَافِیَتُکَ ھِیَ اَوْسَعُ لِیْ اَعُوْذُ بِنُوْرِ وَجْھِکَ الَّذِیْ اَشْرَقَتْ لَہُ الظُّلُمَاتُ وَصَلُحَ عَلَیْہِ اَمْرُ الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَۃِ سُخْطُکَ لَکَ الْعُتْبٰی حَتّٰی تَرْضٰی وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِکَ. **کذا فی سیرۃ ابن ہشام قلت واختلفت الروایات فی الفاظ الدعاء کما فی قرۃ العیون.**

اے اللہ! تجھی سے شکایت کرتا ہوں میں اپنی کمزوری اور بے کسی کی اور لوگوں میں ذلت و رسوائی کی۔ اے ارحم الراحمین تو ہی ضعفا کا رب ہے اور تو ہی میرا پروردگار ہے۔ تو مجھے کس کے حوالہ کرتا ہے۔ کسی اجنبی بیگانہ کے جو مجھے دیکھ کر ترش رو ہوتا ہے، اور منہ چڑھاتا ہے یا کہ کسی دشمن کے جس کو تو نے مجھ پر قابو دے دیا۔ اے اللہ! اگر تو مجھ سے ناراض نہیں ہے تو مجھے کسی کی بھی پرواہ نہیں ہے۔ تیری حفاظت مجھے کافی

ہے۔ میں تیرے چہرہ کے اس نور کے طفیل جس سے تمام اندھیریاں روشن ہوگئیں اور جس سے دنیا اور آخرت کے سارے کام درست ہوجاتے ہیں۔ اس بات سے پناہ مانگتا ہوں کہ مجھ پر تیرا غصہ ہو یا تو مجھ سے ناراض ہو۔ تیری ناراضگی کا اس وقت تک دور کرنا ضروری ہے جب تک تو راضی نہ ہو نہ تیرے سوا کوئی طاقت ہے نہ قوت۔

مالک الملک کی شان قہاری کو اس پر جوش آنا ہی تھا کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے آکر سلام کیا اور عرض کیا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کی قوم کی وہ گفتگو جو آپ سے ہوئی سنی اور ان کے جوابات سنے۔ اور ایک فرشتہ کو جس کے متعلق پہاڑوں کی خدمت ہے آپ کے پاس بھیجا ہے کہ آپ جو چاہیں اس کو حکم کریں۔ اس کے بعد اس فرشتہ نے سلام کیا اور عرض کیا کہ جو ارشاد ہو میں اس کی تعمیل کروں۔ اگر ارشاد ہو تو دونوں جانب کے پہاڑوں کو ملادوں جس سے یہ سب درمیان میں کچل جائیں یا اور جو سزا آپ تجویز فرمائیں۔ حضورؐ کی رحیم وکریم ذات نے جواب دیا کہ میں اللہ سے اس کی اُمید رکھتا ہوں کہ اگر یہ مسلمان نہیں ہوئے تو ان کی اولاد میں سے ایسے لوگ پیدا ہوں جو اللہ کی پرستش کریں اور اس کی عبادت کریں۔

کَانَ اَخْشَی الْخَلْقِ اَتْقٰی مُتَّقٍ
ذَاکِرًا فِیْ کُلِّ حِیْنٍ وَالْعَمَلُ

(ترجمہ) حق تعالیٰ سے بہت زیادہ ڈرتے تھے، انتہائی پرہیزگار تھے۔ ہر وقت ہر کام میں خدا کو یاد رکھتے تھے۔

تشریح: حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ سے اتنا ڈرتے تھے کہ ایک مرتبہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں سورج گرہن ہوگیا۔ صحابہؓ کو فکر ہوئی کہ اس موقع پر حضورؐ کیا عمل فرمائیں گے کیا کریں گے اس کی تحقیق کی جائے؟ جو حضرات اپنے کام میں مشغول تھے چھوڑ کر دوڑے ہوئے آئے۔ نوعمر لڑکے جو

تیراندازی کی مشق کر رہے تھے ان کو چھوڑ کر لپکے ہوئے آئے تاکہ یہ دیکھیں کہ حضورؐ اس وقت کیا کریں گے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دو رکعت کسوف کی نماز پڑھی جو اتنی لمبی تھی کہ لوگ غش کھا کر گرنے لگے۔ نماز میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم روتے تھے اور فرماتے تھے اے رب! کیا آپ نے مجھ سے اس کا وعدہ نہیں فرما رکھا ہے کہ آپ ان لوگوں کو تیرے موجود ہوتے ہوئے عذاب نہ فرمائیں گے اور ایسی حالت میں بھی عذاب نہ فرمائیں گے کہ وہ لوگ استغفار کرتے رہیں۔ سورۂ انفال میں اللہ جل شانہٗ نے اس کا وعدہ فرما رکھا ہے: وَمَا کَانَ اللّٰہُ لِیُعَذِّبَھُمْ وَ اَنْتَ فِیْھِمْ وَمَا کَانَ اللّٰہُ مُعَذِّبَھُمْ وَھُمْ یَسْتَغْفِرُوْنَ.

پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو نصیحت فرمائی کہ جب کبھی ایسا موقع ہو اور آفتاب یا چاند گرہن ہوجائے تو گھبرا کر نماز کی طرف متوجہ ہوجایا کرو۔ میں جو آخرت کے حالات دیکھتا ہوں اگر تم کو معلوم ہوجائیں تو ہنسنا کم کردو اور رونے کی کثرت کردو۔ جب کبھی ایسی حالت پیش آئے تو نماز پڑھو، دعا مانگو، صدقہ کرو۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ایک مرتبہ تمام رات روتے رہے اور صبح تک نماز میں یہ آیت تلاوت فرماتے رہے: اِنْ تُعَذِّبْھُمْ فَاِنَّھُمْ عِبَادُکَ وَاِنْ تَغْفِرْلَھُمْ فَاِنَّکَ اَنْتَ الْعَزِیْزُ الْحَکِیْمُ. اے اللہ! اگر آپ ان کو سزا دیں جب بھی آپ مختار ہیں کہ یہ آپ کے بندے ہیں اور آپ ان کے مالک، اور مالک کو حق ہے کہ بندوں پر جرائم پر سزا دے، اور اگر آپ ان کو معاف فرمادیں تو بھی آپ مختار ہیں کہ آپ زبردست قدرت والے ہیں تو معافی پر بھی قدرت ہے اور حکمت والے ہیں تو معافی بھی حکمت کے موافق ہوگی۔

کَانَ سِلْمًا ثُمَّ ھَیْنًا مُغْضِیًا
عَنْ خَطِیْئَاتٍ وَاِیْذَاءٍ جَلَلُ

(ترجمہ) آپ صلح کرنے والے تھے، لوگوں کی خطاؤں اور ایذا پہنچانے پر چشم پوشی کرتے تھے۔

تشریح: حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم لڑائی کے مقابلے صلح کو پسند فرماتے تھے، اس کا اندازہ اس واقعہ سے لگایا جا سکتا ہے کہ ٦ھ میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم عمرہ کے ارادہ سے مکہ تشریف لے جا رہے تھے۔ کفار مکہ کو اس کی خبر ہوئی اور وہ اس خبر کو اپنی ذلت سمجھے، اس لئے مزاحمت کی اور حدیبیہ میں آپ کو رکنا پڑا۔ جاں نثار صحابہؓ ساتھ تھے جو حضورؐ پر جان قربان کرنا فخر سمجھتے تھے۔ لڑنے کو تیار ہو گئے۔ مگر حضورؐ نے مکہ والوں کی خاطر سے لڑنے کا ارادہ نہیں فرمایا اور صلح کی کوشش کی اور باوجود صحابہؓ کی لڑائی پر مستعدی اور بہادری کے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کفار کی اس قدر رعایت فرمائی کہ ان کی ہر شرط کو قبول فرما لیا۔ صحابہؓ کو اس طرح دب کر صلح کرنا بہت ہی ناگوار تھا۔ مگر حضورؐ کے ارشاد کے سامنے کیا ہو سکتا تھا کہ جاں نثار تھے اور فرماں بردار۔ اس لئے حضرت عمرؓ جیسے بہادروں کو بھی دبنا پڑا۔ صلح میں جو شرطیں طے ہوئیں اُن شرطوں میں ایک شرط یہ بھی تھی کہ کافروں میں سے جو شخص اسلام لائے اور ہجرت کرے مسلمان اس کو مکہ واپس کر دیں۔ اور مسلمانوں میں سے خدانخواستہ اگر کوئی شخص مرتد ہو کر چلا آئے تو وہ واپس نہ کیا جائے۔ یہ صلح نامہ ابھی تک پورا لکھا بھی گیا تھا کہ حضرت ابوجندلؓ ایک صحابی تھے جو اسلام لانے کی وجہ سے طرح طرح کی تکلیفیں برداشت کر رہے تھے اور زنجیروں میں بندھے ہوئے تھے، اس حالت میں گرتے پڑتے مسلمانوں کے لشکر میں اس اُمید پر پہنچے کہ ان لوگوں کی حمایت میں جا کر اس مصیبت سے چھٹکارا پاؤں گا۔ ان کے باپ سہیل نے جو اس صلح نامہ میں کفار کی طرف سے وکیل تھے اور اس وقت تک مسلمان نہیں ہوئے تھے، فتح مکہ میں مسلمان ہوئے۔ انھوں نے صاحبزادے کو طمانچے مارے اور واپس لے جانے پر

اصرار کیا۔ حضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ ابھی صلح نامہ مرتب بھی نہیں ہوا اس لئے ابھی پابندی کس بات کی، مگر انہوں نے اصرار کیا۔ پھر حضورؐ نے فرمایا کہ ایک آدمی مجھے مانگا ہی دے دو، مگر وہ لوگ ضد پر تھے نہ مانا۔ ابوجندلؓ نے مسلمانوں کو پکار کر فریاد بھی کی کہ میں مسلمان ہو کر آیا اور کتنی مصیبتیں اُٹھا چکا، اب واپس کیا جا رہا ہوں۔ اُس وقت مسلمانوں کے دلوں پر جو گزر رہی ہوگی اللہ ہی کو معلوم ہے۔ مگر حضورؐ کے ارشاد سے واپس ہوئے۔ حضورؐ نے تسلی فرمائی اور صبر کرنے کا حکم دیا اور فرمایا کہ عنقریب حق تعالیٰ شانہ تمہارے لئے راستہ نکالیں گے۔ صلح نامہ کے مکمل ہو جانے کے بعد ایک دوسرے صحابی ابوبصیرؓ بھی مسلمان ہو کر مدینہ منورہ پہنچے، کفار نے اُن کو واپس بلانے کے لئے دو آدمی بھیجے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم حسب وعدہ واپس فرما دیا۔ ابوبصیرؓ نے عرض بھی کیا کہ یا رسول اللہ! میں مسلمان ہو کر آیا۔ آپ مجھے کفار کے پنجہ میں پھر بھیجتے ہیں۔ آپؐ نے ان سے بھی صبر کرنے کو ارشاد فرمایا اور فرمایا کہ انشاء اللہ عنقریب تمہارے واسطے راستہ کھلے گا۔ یہ صحابی ان دونوں کافروں کے ساتھ واپس ہوئے۔ راستہ میں ان میں سے ایک سے کہنے لگے کہ یار تیری یہ تلوار تو بڑی نفیس معلوم ہوتی ہے۔ شیخی باز آدمی ذرا سی بات میں پھول ہی جاتا ہے، وہ نیام سے نکال کر کہنے لگا کہ ہاں! میں نے بہت سے لوگوں پر اس کا تجربہ کیا۔ یہ کہہ کر تلوار ان کے حوالہ کر دی۔ انھوں نے اسی پر اس کا تجربہ کیا۔ دوسرا ساتھی یہ دیکھ کر کہ ایک کو تو نمٹا دیا اب میرا نمبر ہے، بھاگا ہوا مدینہ آیا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا اور میرا ساتھی مر چکا ہے، اب میرا نمبر ہے۔ اس کے بعد ابوبصیرؓ پہنچے اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ! آپ اپنا وعدہ پورا فرما چکے کہ مجھے واپس کر دیا اور مجھ سے کوئی عہد ان لوگوں کا نہیں ہے جس کی ذمہ داری ہو، وہ مجھے میرے دین سے ہٹاتے ہیں۔ اس لئے میں نے یہ کیا۔ حضورؐ نے فرمایا کہ لڑائی بھڑکانے والا ہے، کاش کوئی اس کا معین

مددگار ہوتا۔ وہ اس کلام سے سمجھ گئے کہ اب بھی اگر کوئی میری طلب میں آئے گا تو میں واپس کر دیا جاؤں گا۔ اس لئے وہ وہاں سے چل کر سمندر کے کنارے ایک جگہ آپڑے۔ مکہ والوں کو اس قصہ کا حال معلوم ہوا تو ابوجندلؓ بھی جن کا قصہ پہلے گزرا، چھپ کر وہیں رہ گئے۔ اسی طرح جو شخص مسلمان ہوتا وہ اُن کے ساتھ جاملتا۔ چند روز میں یہ ایک مختصر سی جماعت ہوگئی۔ جنگل میں جہاں نہ کھانے کا کوئی انتظام، نہ وہاں باغات اور آبادیاں، اس لئے ان لوگوں پر جو گزری ہوگی وہ تو اللہ ہی کو معلوم ہے مگر جن ظالموں کے ظلم سے پریشان ہوکر یہ لوگ بھاگتے تھے، اُن کا ناطقہ بند کر دیا۔ جو قافلہ ادھر کو جاتا اس سے مقابلہ کرتے اور لڑتے، حتیٰ کہ کفار مکہ نے پریشان ہوکر حضورؐ کی خدمت میں عاجزی اور منت کر کے اللہ کا اور رشتہ داری کا واسطہ دے کر آدمی بھیجا کہ اس بے سری جماعت کو آپ اپنے پاس بلالیں کہ یہ معاہدہ میں تو داخل ہوجائیں اور ہمارے لئے آنے جانے کا راستہ کھلے۔ لکھا ہے کہ حضورؐ کا اجازت نامہ جب ان حضرات کے پاس پہنچا ہے تو ابوبصیرؓ مرض الموت میں گرفتار تھے۔ حضورؐ کا والا نامہ ہاتھ میں تھا کہ اسی حالت میں انتقال فرمایا۔ (رضی اللہ عنہ وارضاہ)

كَانَ اِسْعَافٌ وَاِرْضَاءٌ لَهٗ
شِيْمَةً فِيْهَا نَبِيٌّ قَدْ كَمَلْ

(ترجمہ) ہر شخص کو خوش کرنا اور حسب استطاعت اس کی مراد پوری کرنا آپ کی عادت تھی جس میں آپ کامل تھے۔

تشریح: حضورا کرم ﷺ کی عادت شریفہ یہ تھی کہ آپ کسی کا دل دکھانا پسند نہیں فرماتے تھے، جب کوئی صحابی کسی کام کا مشورہ دیتا تو چاہے اس کی بات کتنی ہی بے وزن کیوں نہ ہو اس کی بات نہیں کاٹتے تھے، بلکہ ہلکا ہلکا تبسم فرمایا کرتے تھے جس سے اس کا دل اور خوش ہوجاتا

تھا۔ اور جب کوئی فقیر یا سائل آپکے دروازے پر آتا تو آپ اسے کبھی محروم نہ کرتے تھے، جو کچھ ہوتا عطا فرمادیتے یا اس سے وعدہ فرمالیتے۔

كَانَ تَلَّاءً وَبَكَّاءً اِذَا
اللَّيْلُ يَغْشٰى كُلَّ سَهْلٍ وَالْجَبَلْ

(ترجمہ) راتوں کی خاموشی اور سنسان گھڑیوں میں آپ قرآن کی بے حد تلاوت فرماتے اور خوب اللہ کے سامنے کھڑے ہوکر روتے اور گڑگڑاتے۔

تشریح: قرآن کریم کی تلاوت کا آپ کو کس قدر اہتمام تھا، اس سلسلے میں پہلے اشعار میں تفصیلی واقعہ گذر ہی چکا ہے کہ ایک صحابی نے آپ کے ساتھ نیت باندھ لی مگر ہمت نہ کر سکے اور انہوں نے بالآخر نیت توڑ دی اور حضورا کرم صلی اللہ علیہ وسلم نے تقریباً پونے نو پارے پڑھے۔

وَهُوَ فِي الْاَعْمَالِ وَالْاَخْلَاقِ قَدْ
كَانَ مَحْمُوْدًا وَفِيْهَا قَدْ كَمُلْ

ترجمہ: آپ اپنے اعمال اور اخلاق میں (اتنے) کامل ترین اور محمود تھے کہ تاریخ نے اس سے پہلے آج تک ایسے مجموعۂ کمالات اور حمیدہ اخلاق کا مجسمہ نہیں پیش کیا۔

تشریح: حضورا کرم ﷺ کے اخلاق سب سے عمدہ تھے، انہی اخلاق کی وجہ سے دین میں بڑھوتری ہوئی چنانچہ ایک مرتبہ ایک یہودی آپ کا مہمان ہوا، رات کو قیام کیا اور صبح کے وقت اس نے بستر پر غلاظت کر دی اور جلدی سے اٹھ کر چلا گیا، حضورا کرم ﷺ کو جب معلوم ہوا تو آپ نے کوئی گلہ شکوہ نہ کیا، وہ یہودی جلدی کی وجہ سے اپنی تلوار وہیں بھول گیا تھا، جب کچھ دیر بعد وہ شخص اپنی تلوار لینے آیا تو چھپ کر دیکھنے لگا، دیکھتا کیا ہے کہ حضورا کرم ﷺ خود اپنے دست مبارک سے بستر دھورہے ہیں، صحابہ کرام اصرار کر رہے ہیں کہ یہ غلاظت ہم دھودیں گے مگر

آپ فرما رہے ہیں کہ نہیں وہ میرا مہمان تھا اس لئے میں ہی اپنے ہاتھوں سے اس کو دھوؤں گا۔ یہ اخلاق حمیدہ دیکھ کر وہ یہودی سامنے آیا اور مشرف بہ اسلام ہو گیا۔

رَبَّنَا صَلِّ عَلٰی خَیْرِ الْوَرٰی
وَعَلٰی اَصْحَابِہٖ وَالْاٰلِ صَلْ

(ترجمہ) اے خدائے قدوس! تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے آل واصحاب پر درود بھیج۔

مَاسَرَی الْاَقْمَارُ فِی اللَّیْلِ الدُّجٰی
اَوْ اَتَی السَّحَاءُ مِدْرَارًا ھَطِلُ

ترجمہ: (اور اس وقت تک بھیجتا رہ) جب تک کہ چاند نکلتے رہیں، بادل آ آ کر موسلا دھار بارش برساتے رہیں۔

اَوْ بَدَا بَرْقٌ عَلٰی جَوِّ السَّمَا
اَوْ زَکَا شَمْسٌ لِاِخْوَانِ الْعَمَلُ

(ترجمہ) بجلیاں آسمان پر چمکتی اور سورج لوگوں کے لئے نکلتا رہے (یعنی قیامت تک)

تشریح: آخر میں مصنف رحمۃ اللہ علیہ حضور اکرم ﷺ پر درود بھیجنے کی درخواست کرتے ہیں، اس لئے کہ درود شریف کے فضائل بکثرت ہیں، ایک حدیث میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جس کے سامنے میرا تذکرہ آوے اس کو چاہئے کہ مجھ پر درود بھیجے اور جو مجھ پر ایک دفعہ درود بھیجے گا اللہ جل شانہٗ اس پر دس دفعہ درود بھیجے گا اور اس کی دس خطائیں معاف کرے گا اور اس کے دس درجے بلند کرے گا۔

علامہ منذریؒ نے ترغیب میں حضرت براءؓ کی روایت سے بھی یہی مضمون نقل کیا ہے اور اس میں اتنا اضافہ ہے کہ یہ اس کے لئے دس غلام آزاد کرنے بقدر ہوگا

اور طبرانی کی روایت سے یہ حدیث نقل کی ہے کہ جو مجھ پر ایک دفعہ درود بھیجتا ہے اللہ تعالیٰ اس پر دس دفعہ درود بھیجتا ہے اور جو مجھ پر دس دفعہ درود بھیجتا ہے اللہ جل شانہٗ اس پر سو مرتبہ درود بھیجتا ہے اور جو مجھ پر سو دفعہ درود بھیجتا ہے اللہ جل شانہٗ اس کی پیشانی پر بَرَاءَۃٌ مِنَ النِّفَاقِ وَبَرَائَۃٌ مِنَ النَّارِ لکھ دیتے ہیں۔ یعنی یہ شخص نفاق سے بھی بری ہے اور جہنم سے بھی بری ہے اور قیامت کے دن شہیدوں کے ساتھ اس کا حشر فرمائیں گے۔

علامہ سخاویؒ نے حضرت ابو ہریرہؓ سے حضورؐ کا یہ ارشاد نقل کیا ہے کہ جو مجھ پر دس دفعہ درود بھیجے گا اللہ تعالیٰ اس پر سو دفعہ درود بھیجیں گے اور جو مجھ پر سو دفعہ درود بھیجے گا اللہ تعالیٰ اس پر ہزار دفعہ درود بھیجیں گے۔ اور جو عشق وشوق میں اس پر زیادتی کرے گا میں اس کے لئے قیامت کے دن سفارشی ہوں گا اور گواہ۔

حضرت عبد الرحمٰن بن عوفؓ سے مختلف الفاظ کے ساتھ یہ مضمون نقل کیا گیا ہے کہ ہم چار پانچ آدمیوں میں سے کوئی نہ کوئی شخص حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہتا تھا تاکہ کوئی ضرورت اگر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو پیش آئے تو اس کی تعمیل کی جائے۔ ایک دفعہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کسی باغ میں تشریف لے گئے میں بھی پیچھے پیچھے حاضر ہو گیا۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے وہاں جا کر نماز پڑھی اور اتنا طویل سجدہ کیا مجھے اندیشہ ہوا کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی روح پرواز کر گئی۔ میں اس تصور سے رونے لگا۔ حضورؐ کے قریب جا کر حضورؐ کو دیکھا۔ حضورؐ نے سجدہ سے فارغ ہو کر دریافت فرمایا عبد الرحمٰن کیا بات ہے؟ میں نے عرض کیا یا رسول اللہؐ! آپ نے اتنا طویل سجدہ کیا کہ مجھے اندیشہ ہوا کہ کہیں (خدانخواستہ) آپ کی روح تو پرواز نہیں کر گئی۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ جل شانہٗ نے میری امت کے بارے میں مجھ پر ایک انعام فرمایا ہے اس کے شکرانہ میں اتنا طویل

سجدہ کیا۔ وہ انعام یہ ہے کہ اللہ جل شانہٗ نے یوں فرمایا کہ جو مجھ پر ایک دفعہ درود بھیجے اللہ جل شانہٗ اس کیلئے دس نیکیاں لکھیں گے اور دس گناہ معاف فرمائیں گے۔

ایک روایت میں اسی قصہ میں ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا کہ عبدالرحمٰن کیا بات ہے؟ میں نے اپنا اندیشہ ظاہر کیا۔ حضورؐ نے فرمایا ابھی جبرئیلؑ میرے پاس آئے تھے اور مجھ سے یوں کہا کہ کیا تمہیں اس سے خوشی نہیں ہوگی کہ اللہ جل شانہٗ نے یہ ارشاد فرمایا ہے جو تم پر درود بھیجے گا میں اس پر درود بھیجوں گا اور جو مجھ پر سلام بھیجے گا میں اس پر سلام بھیجوں گا۔

رَبَّنَا اجْعَلْهُ اَحَبَّ الْخَلْقِ لِیْ

ثُمَّ اَحْسِنْ مَرْجَعِیْ وَالْمُرْتَحَلْ

(ترجمہ) اور اے خدا! رسول اللہ ﷺ میرے لئے سب سے زیادہ احب محبوب اور پیارے ہوں اور میرا خاتمہ بالخیر ہو۔

تشریح: اس شعر میں مصنف رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے لئے دعا کی درخواست کی ہے کہ اے اللہ! مجھے حضور اکرم ﷺ سے سب سے زیادہ محبت والفت پیدا فرما۔ کیونکہ حدیث میں ارشاد ہے کہ اے لوگو! تمہارا ایمان اس وقت تک مکمل نہیں ہوگا جب تک کہ تم مجھ سے اپنے والدین اور اپنی اولاد نیز تمام لوگوں سے زیادہ محبت نہ کرو۔

وَاعْفُ عَنِّیْ ثُمَّ جَنِّبْنِی اللَّظٰی

ثُمَّ طَهِّرْنِیْ كَثَوْبٍ قَدْ غُسِلْ

ترجمہ: میرے رب! میری غلطیوں پر قلمِ عفو کھینچ دے، مجھے نارِ دوزخ سے بچائے رکھ اور خطاؤں سے دھلے ہوئے کپڑے کی طرح صاف فرمادے۔ آمین!

تشریح: مصنف علیہ الرحمہ اپنی غلطیوں اور کوتاہیوں کی معافی طلب کرتے ہوئے عرض کرتے ہیں کہ اے اللہ! معافی کے قلم سے میرے گناہوں کو مٹادے اور

مجھے دوزخ کی آگ سے محفوظ فرما۔ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ سے بڑھ کر کوئی اور توبہ کو قبول کرنے والا نہیں۔ جب بندہ رو رو کر اللہ تعالیٰ کی جناب میں توبہ واستغفار کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی توبہ کو قبول فرمالیتا ہے۔

حضورؐ کا ارشاد ہے کہ جس آنکھ سے اللہ کے خوف کی وجہ سے ذرا سا آنسو خواہ مکھی کے سر کے برابر ہی کیوں نہ ہو نکل کر چہرہ پر گرتا ہے اللہ تعالیٰ اس چہرہ کو آگ پر حرام فرمادیتا ہے۔ حضورؐ کا ایک اور ارشاد ہے کہ جب مسلمان کا دل اللہ کے خوف سے کانپتا ہے تو اس کے گناہ ایسے جھڑتے ہیں جیسے درختوں سے پتے جھڑتے ہیں۔

حضور اکرم ﷺ کا ایک اور ارشاد ہے کہ جو شخص اللہ کے خوف سے روئے اس کا آگ میں جانا ایسا ہی مشکل ہے جیسا دودھ کا تھنوں میں واپس جانا۔ حضرت عقبہؓ بن عامر ایک صحابی ہیں انھوں نے حضورؐ سے پوچھا کہ نجات کا راستہ کیا ہے؟ آپ نے فرمایا کہ اپنی زبان کو روکے رکھو، گھر میں بیٹھے رہو اور اپنی خطاؤں پر روتے رہو۔ حضرت عائشہؓ نے ایک مرتبہ دریافت کیا کہ آپ کی امت میں کوئی ایسا بھی ہے جو بے حساب کتاب جنت میں داخل ہو؟ حضورؐ نے فرمایا ہاں، جو اپنے گناہوں کو یاد کرکے روتا رہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک اور ارشاد ہے کہ اللہ کے نزدیک دو قطروں سے زیادہ کوئی قطرہ پسند نہیں۔ ایک آنسو کا قطرہ جو اللہ کے خوف سے نکلا ہو۔ دوسرا خون کا قطرہ جو اللہ کے راستہ میں گرا ہو۔

ایک جگہ ارشاد ہے کہ قیامت کے دن سات آدمی ایسے ہوں گے جن کو اللہ جل شانہٗ اپنا سایہ عطا فرماویں گے۔ ایک وہ شخص جو تنہائی میں اللہ کو یاد کرے اور اس کی وجہ سے اس کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگیں۔

حضرت ابوبکرؓ صدیق کا ارشاد ہے جو رو سکتا ہو وہ روئے اور جس کو رونا نہ آتا ہو وہ رونے کی صورت ہی بنالے۔ محم بنؒ منکدر جب روتے تھے تو آنسوؤں کو اپنے منہ اور

داڑھی سے پونچھتے تھے اور کہتے تھے کہ مجھے یہ روایت پہنچی ہے کہ جہنم کی آگ اس جگہ کو نہیں چھوتی جہاں آنسو پہنچے ہوں۔ ثابتؒ بنانی کی آنکھیں دکھنے لگیں۔ طبیب نے کہا کہ ایک بات کا وعدہ کرلو، آنکھ اچھی ہوجاوے گی کہ رویا نہ کرو۔ کہنے لگے آنکھ میں کوئی خوبی ہی نہیں اگر وہ روئے نہیں۔ یزیدؒ بن میسرہ کہتے ہیں کہ رونا سات وجہ سے ہوتا ہے۔ خوشی سے، جنون سے، درد سے، گھبراہٹ سے، دکھلاوے سے، نشہ سے اور اللہ کے خوف سے۔ یہی ہے وہ رونا کہ اس کا ایک آنسو بھی آگ کے سمندروں کو بجھا دیتا ہے۔ کربؓ احبار کہتے ہیں، اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے کہ اگر میں اللہ کے خوف سے روؤں اور آنسو میرے رخسار پر بہنے لگیں یہ مجھے اس سے زیادہ پسند ہے کہ پہاڑ کے برابر سونا صدقہ کروں۔

بحمد اللہ تعالیٰ

''حب النبی ﷺ''

اختتام پزیر ہوئی۔

وَصَلَّی اللّٰہُ تَعَالیٰ عَلٰی خَیرِ خَلْقِہٖ مُحَمَّدٍ وَّآلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ

بِرَحْمَتِکَ یَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِیْنَ .

نوٹ

''حب النبی ﷺ'' کی تکمیل کے بعد اس شرح کا اصل متن ''القصیدۃ الرشیدۃ فی ذکر النبیؐ'' قارئین کی سہولت کے لئے پیش کیا جارہا ہے، چونکہ یہ کتاب بازار میں دستیاب نہیں ہے، ہوسکتا ہے کہ قدیم کتب خانوں میں کوئی نسخہ مل جائے، مگر عموماً اس کی تلاش کے بعد بھی کہیں یہ رسالہ دستیاب نہیں ہوا، لہٰذا قارئین کرام کے لئے اس کتاب کے آخر میں یہ نسخہ ڈی ٹی پی کرا کر اصل اور پرانے سرورق کے ساتھ شامل اشاعت کردیا گیا ہے۔

محمد ادریس حبان رحیمی

محمد الیاس حبان



القصیدۃ الرشیدۃ
فی
ذِکرِ النبی صلعم

اثر جناب صاحبزادہ مولوی ابن مسعود عبدالرشید محمود صاحب سلمہٗ

نبیرہ

قطب الارشاد حضرت مولانا رشید احمد محدث وقطب العالم

حضرت الشیخ مولانا عبدالقدوس گنگوہی قدس اللہ اسرارہما

احقر خلیل احمد مرادآبادی (فاضل دیوبند)

جناب مولانا قاری محمد طیب و جناب مولانا قاری محمد طاہر صاحبان سلمہما اللہ

کے اہتمام سے

مطبع قاسمی دیوبند میں طبع کرا کر

شائع کیا

مقدمہ

از جناب مولوی حافظ خلیل احمد صاحب مرادآبادی (فاضل دیوبند)

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی

قبل اس کے کہ میں اپنی معروضات کو حضرات ناظرین کی خدمت میں پیش کروں، اس امر کا ظاہر کر دینا ضروری خیال کرتا ہوں کہ میں اس وقت نہ ناقد ہونے کی حیثیت سے اس رسالہ کی تنقید کر رہا ہوں نہ شعر وشاعری کے عروج اور اس کی اہمیت کو مدِ نظر رکھ کر اس پر تبصرہ کرنا چاہتا ہوں اور نہ اس قصیدہ عربیہ علمیہ پر کوئی علمی بحث کرنا چاہتا ہوں اور کیونکر کر سکتا ہوں جبکہ مجھ پر میری بے بضاعتی وکم مائیگی اظہر من الشّمس ہے، نہ شاعر ہوں کہ شاعرانہ تخیلات کو آپ حضرات کے سامنے پیش کروں، نہ اس قدر ادیب ہوں کہ اس قصیدہ کی عربیت ونظم کو اصول عربیت ومعیارِ عروض پر پرکھوں اور نہ اتنا علم ہے کہ اس کے مضامین علمیہ کو اہل علم کے سامنے واضح کر سکوں، مگر ان تمام موانعات کے باوجود بھی کاغذ کو سیاہ کرنے کی جرأت کر بیٹھا، اس کے دو سبب ہیں۔ ایک یہ کہ جب میرے محترم دوست جناب مولوی ابن مسعود عبدالرشید محمود صاحب انصاری نبیرہ حضرت گنگوہی قدس اللہ سرہٗ مصنف رسالہ ہذا

نے میرے اصرار پر اس کے نشر واشاعت کی اجازت دی تو حکم فرمایا کہ تو بھی اس پر کچھ نہ کچھ اپنے خیالات کا اظہار کر، ان کا امر میرے لئے موجب اطاعت اور باعثِ فخر ہے، اس بنا پر بے ساز وسامان کے حاضر ہو گیا۔

دوسرا اہم سبب یہ ہے کہ یہ کتاب ذکر النبی کے مبارک عنوان سے معنون ہے جس میں مناجات درگاہ الٰہی کے علاوہ نفس امارہ کو مخاطب کرتے ہوئے موت کو یاد دلایا گیا ہے اور ادیان مختلفہ باطلہ پر بھی سرسری نظر ڈالتے ہوئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے تقریباً پچاس فضائل اور شمائل کو بسط کے ساتھ بیان کیا ہے، پس میرے دل کے ولولہ اور جوش نے مجبور کیا کہ اس مبارک تحریر میں اگر تیری بھی قدرے شرکت ہو جائے تو شاید موجب سعادت وتوشہ آخرت ہو۔

معیار ترقی روحانیت ہے یا مادیت؟

اس کے بعد چند گزارشات بھی پیش کئے بغیر نہیں رہ سکتا، وہ یہ کہ آج کل کفر والحاد زندقہ کی بادِ صرصر کے جھونکوں نے عوام ہی نہیں بلکہ خواص کو بھی متزلزل کرنا شروع کر دیا، بہت سے اللہ کے بندے اس کا شکار ہو گئے اور بعض تذبذب میں ہیں اور جو بعض خدا کے فضل وکرم سے ابھی تک مامون مصئون ہیں وہ آئے دن نئے نئے القاب سے ملقب ہوتے رہتے ہیں، زمانہ ان پر تنگ ہو رہا ہے، ماحول چین کی کروٹیں بدلنے نہیں دیتا، اعدائے دین سب وشتم کی بوچھار کر رہے ہیں، خاکم بدہن اعدائے اسلام چاہتے ہیں کہ خدانخواستہ علمائے اسلام، صلحاء وزہداء متقی وپرہیزگار اور اللہ کے مقبول بندے اس دنیا سے نیست ونابود ہو جائیں، یہی ہماری ترقی کے لئے مانع ہو رہے ہیں، جس دن یہ نہ ہوں گے ہماری حکومت ہوگی، ہم روحانیت کی روشن چہروں کو مٹا کر مادی ترقیات کا سہرا اپنے سر باندھیں گے، مگر میرے

دوستو! آپ کی زینت کا طرہ امتیاز روحانیت ہونی چاہئے نہ کہ مادیت۔ کیا آپ برابر احساس نہیں کر رہے ہیں کہ جو کل موجود تھا آج نہیں، اور جو آج ہے وہ کل نہیں۔ کل جو قوم مادی ترقیات کے اعلیٰ زینے پر پہنچی ہوئی تھی آج وہ ایسی پستی وانحطاط میں ہے کہ کوئی نام لیوا بھی نظر نہیں آتا، علیٰ ہذا جو افلاس وفقر میں زندگی بسر کر رہے تھے آج چار دانگ عالم میں ان کی کوئی نظیر نہیں۔

پس میرے دوستو! حقیقی ترقی وہاں کی مقصود بالذات ہونی چاہئے جہاں ہم کو ہمیشہ کے لئے رہنا ہے، جہاں موت کا گذر نہیں اور وہاں کی ترقی کے اسباب یہیں پر مہیا ہو سکتے ہیں اَلدُّنْیَا مَزْرَعَةُ الْاٰخِرَةِ دنیا آخرت کی کھیتی ہے۔ جو اس دنیا میں بویا جائے گا اسی کا پھل آخرت میں ملے گا، مگر ہم ہیں کہ خدائی انعامات ولذات کو بالکل قطع نظر ہی نہیں کئے ہوئے بلکہ آئے دن اسلام کے اصول اور شعار کی مخالفت کو اپنا ذریعہ نجات سمجھے ہوئے ہیں، اعتقادیات میں تو سرگرمی سے مخالفت کر رہی رہے تھے طرفہ یہ کہ اپنی ظاہری شکل وصورت کو بھی یورپ کے تمدن میں رنگ کر مَنْ تَشَبَّهَ بِقَوْمٍ فَهُوَ مِنْهُمْ کے مصداق ہوئے۔

ایک اعتراض اور اس کا جواب

اکثر حضرات اعتراض کیا کرتے ہیں کہ مسنون لباس تو وہ ہوگا جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لباس کے مطابق ہو، فی زمانہ کوئی بھی متقی عالم بالکل لباس نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے مطابق نہیں پہنتا، وہ بھی مخالف سنت ہے، اب برابر ہے خواہ وہ سیدھے پائجامہ اور قمیص میں ہو یا مغلی پاجامہ اور نیچے کرتے میں کوٹ اور پتلون میں ہو یا انگرکھے اور شیروانی میں لباس مسنون کے بہر حال مخالف ہے، پھر کیا وجہ ہے کہ ہم کو مورد طعن وتشنیع بنایا جاتا ہے اور علماء کو کچھ نہیں؟ اس کا جواب یہ ہے کہ لباس نبوی صلی

اللہ علیہ وسلم میں دو اعتبار ہیں۔ ایک عزیمت یعنی آپ کا عمل یہ کہ بدن پر چادر اور ازار ہو، سر پر عمامہ اور پیروں میں چپل نما نعلین۔ دوسرے رخصت یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا قول جس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے لباس میں بعض صورتوں کی ممانعت فرمائی اور بعض کی تعریف کی، مثلاً لباس کی کیفیت بحسب النوع یوں بیان فرمائی تعمُّوا تزَادوُا حِلمًا کہ عمامہ باندھا کرو، اس سے حلم میں زیادتی ہوتی ہے، یا آپ نے مکفف بالحریر سے ممانعت فرمائی نیچے کرتے کو پسند کیا اور سراویل کو استر فرمایا یا مثلاً قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ نے تبختر اور تکبر ونخوت اور اکڑ کر چلنے کی ممانعت فرمائی۔ وَلَاتَمْشِ فِی الْاَرْضِ مَرَحًا اِنَّکَ لَنْ تَخْرِقَ الْاَرْضَ وَلَنْ تَبْلُغَ الْجِبَالُ طُوْلًا یعنی زمین پر اکڑ کر نہ چلا کرو، کیونکہ دھما کے کے ساتھ چلنے سے تم زمین کو پھاڑ نہیں سکو گے اور نہ تن کر چلنے سے پہاڑوں کی لمبائی تک پہنچ سکو گے۔

دوسری جگہ منکسر المزاج اور عاجزی وفروتنی کرنے والوں کو اپنا بندہ فرمایا وَعِبَادُ الرَّحْمٰنِ الَّذِیْنَ یَمْشُوْنَ عَلَی الْاَرْضِ هَوْنًا وَّاِذَا خَاطَبَهُمُ الْجَاهِلُوْنَ قَالُوْا سَلَامًا یعنی خدائے رحمٰن کے خاص بندے وہ ہیں جو زمین پر غریبی اور فروتنی کے ساتھ چلیں اور جب جاہل لوگ ان سے جہالت اور اکھڑ پنے کی باتیں کریں تو ان کے ساتھ بھی نرمی اور سلامت روی کی بات کریں۔

بعض لباس ایسے ہوتے ہیں کہ جن کے پہننے سے آدمی کی چال میں تکبر اور اکڑ پیدا ہو جاتی ہے، اس سے معلوم ہوا کہ ایسے لباس سے مجتنب رہ کر اس لباس کو استعمال کرنا چاہئے کہ جس سے تواضع وانکساری پیدا ہو، اسی طرح آپ نے لباس کو بحسب اللون سبز وسفید وزرد کو پسند اور سرخ کو منع فرمایا، جیسے آپ نے سبز لباس کے متعلق فرمایا کہ ملائکہ کا لباس ہے، غزوۂ بدر میں فرمایا کہ ایک بڑی فوج نظر آرہی ہے جن کے سروں پر زرد عمامے ہیں اور ریشم وسونے کو مرد کے لئے منع فرمایا اور اس کو

عورتوں کے لئے مخصوص کر دیا۔ علیٰ ہذا آپ نے لباس کی کیفیت بھی بیان کی کہ اپنے سراویل کو ٹخنوں سے نیچا مت رکھو، آستین کو انگلیوں سے مت نکالو۔

غرض ان ارشادات نبویہ سے صراحۃً اور آیات قرآنیہ سے کنایۃً معلوم ہوتا ہے کہ شریعت نے لباس کی ایک نوعیت اور کمیت بتلا دی ہے اور مطلقاً اس لباس سے بھی جس میں کفار کے ساتھ مشابہت ہو ممانعت فرمائی مَنْ تَشَبَّهَ بِقَوْمٍ فَهُوَ مِنْهُمْ بھی نہیں بلکہ فرمایا مشابہت رکھنے والے اسی قوم سے شمار کئے جائیں گے۔ مسلمانوں کے لباس کے لئے باعتبار کیفیت وکمیت کے دروازہ کھل گیا، اب رہے تشخصات وہ عام ہیں خواہ کسی صورت میں نمایاں ہوتے رہیں مگر اس نوع میں داخل رہیں، ہر نوع کے افراد ہی ہوتے ہیں جو اس کلی کے ماتحت رہیں اور جو اپنی نوع سے نکل گیا، وہ اس نوع کا فرد نہیں کہا جا سکتا مثلاً انسان جب ہی تک کہا جا سکتا ہے کہ علاوہ حیوانیت ونطق کے عقل وفہم ظاہری وباطنی ادراکات بھی رکھتا ہو، اگر عقل وہوش نہ رہا اور پاگل ودیوانہ بن گیا اگرچہ وہ کتنا ہی انسانی حلیہ میں ہو مگر انسان کہلانے کا ہرگز مستحق نہیں، کوئی عقل مند اور مہذب پارٹی اپنے اندر ہرگز نہیں گھسنے دے گی، پاگل ودیوانہ کہہ کر دروازہ سے باہر کر دے گی۔

پس اسی طرح مسلمان وہ ہے جو اوامر کی پابندی کرتا ہو منہیات سے بچتا ہو، چہرے پر داڑھی ہو، لباس عزیمت پر ہو یا رخصت پر اور اگر اوامر سے بچتا ہو منہیات کو اپنا شیوہ بنائے ہوئے ہو، چہرہ صاف ہو، لباس مخالف اسلام اور مشابہ بالکفار ہو پھر وہ کس طرح مسلمان کہلانے کا مستحق ہوگا؟ مسلمان یوم جزا میں اپنے منور چہروں سے ممتاز ہوں گے اور شفاعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے جوق در جوق جنت میں جاتے ہوں گے، اگر کفار سے مشابہت رکھنے والے حضرات شفاعت کے لئے جائیں تو عجب نہیں جس طرح دیوانہ خارج از انسانیت سمجھ کر مجلس سے دھتکار دیا جاتا

ہے، ایسے ہی مسلمانوں میں سے یہ حضرات بھی نکال دیئے جائیں تو کوئی عجب نہیں۔میرے دوستو! اِنَّ بَطْشَ رَبِّکَ لَشَدِیْدٌ اللہ تعالیٰ کی گرفت سخت ہے۔ ہم کو اور آپ کو ہر وقت اس کے عذاب سے ڈرنا چاہیئے، اگر ہمارے اعمال اور نیتیں اچھی نہیں تو کم از کم صورت تو مسلمانوں کی سی بنالیں۔

کسی گناہگار نے سن لیا تھا کہ اللہ تعالیٰ سفید ریش سے شرماتا ہے تو اس نے مرتے وقت وصیت کی کہ مجھ کو قبر میں رکھتے وقت میری داڑھی پر آٹا بر برا دینا، چنانچہ اعزاء نے ایسا ہی کیا، بعد دفن کے جب اس گنہگار سے سوال و جواب ہوئے تو کہا کہ اللہ تعالیٰ سفید داڑھی سے شرماتا ہے، اگرچہ وہاں سفید داڑھی نہ تھی مگر مشابہت ضرور کرلی تھی، اسی واسطے اللہ تعالیٰ کو اس کا یہ فعل اتنا پسند آیا کہ سبب نجات بن گیا، ایسے ہی اگر چہ ہمارے اعمال درست نہیں مگر صورت تو ضرور مسلمانوں کی سی بنالینی چاہیئے۔لباس میں آپ کے لئے دو ہی صورتیں ہیں۔عزیمت پر اگر عمل کرنا چاہو تو ابن مسعود صاحب نے اس کو نظم کردیا ہے، اس پر عمل کرو، ہوسکے تو یاد بھی کرلو، کیونکہ فطرۃً انسان نثر سے جلدی نظم کو یاد کرلیتا ہے، دوسرے رخصت یہ علماء وصلحاء کا لباس ہے، علماء وصلحاء کا لباس وہی کہلاتا ہے جس کو ہم سمجھ لیں کہ یہ دیندار متقی شخص ہے۔ہم کو محترم مصنف کا مشکور ہونا چاہیئے کہ جنہوں نے اس ضرورت کو محسوس کر کے اپنی ادبی استعداد سے نظم کیا ہے۔

خصوصاً میں تو اپنے مکرم دوست ابن مسعود صاحب کا بہت ہی شکر گذار ہوں کہ جنہوں نے میرے اصرار پر اس کی اشاعت کی اجازت مرحمت فرمائی، انکار پر آپ یہی فرماتے رہے کہ میں کوئی ادیب نہیں ہوں جو بحیثیت ادبیت اس کو شائع کروں اور نہ بظاہر کوئی خلوص ہے جو یہ لوگوں کے لئے مؤثر ثابت ہو۔امر آخر کے متعلق یہ ضرور کہوں گا کہ آپ کا یہ فرمانا ہی خلوص کی دلیل ہے اور خلوص وایثار، علم

وعمل، زہد وتقویٰ تو آپ کی وراثت ہے۔آپ کے جد امجد حضرت قطب العالم مولانا رشید احمد صاحب محدث گنگوہی قدس اللہ سرہ العزیز کو کون سا فرد بشر نہیں جانتا؟ شعر

زباں پہ بار خدایا یہ کس کا نام آیا
کہ میرے نطق نے بوسے مری زباں کیلئے

علاوہ اس کے ذاتی شوق اور سعادت سے کسے امید نہیں کہ آپ میں خلوص مفقود ہے، اگر ایسا ہوتا تو آپ شاعرانہ تخیل کے بموجب کبھی موسم بہار کے حسن منظر کا گیت گاتے کبھی حسن وعشق کا مقابلہ کرتے تو کبھی آسمان وزمین کے قلابے ملاتے ، یہ نہ کیا بلکہ اپنی ذاتی استعداد وسعادت اور بموجب وراثت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فضائل اور شمائل کو اپنی ادبی مناسبت سے منظوم کیا، مثل مشہور ہے ''ہونہار بردے کے چکنے چکنے پات'' امر اول کے متعلق ناظرین خود فیصلہ کرلیں گے کہ آپ امسال متوسط درجہ کی کتابیں پڑھ رہے ہیں، قریب ہی آپ نے ایک سو اشعار کا ایک قصیدہ ''ترجمۃ المحمود'' کے نام سے تصنیف فرمایا تھا اور تقریباً سو سے زائد اشعار کا یہ ہے۔اس کے علاوہ مختلف قصائد اور مضامین علمیہ مختلف رسائل واخبارات میں شائع ہوتے رہتے ہیں، اگر ناظرین آپ کی نوعمری اور طالب علمی سلسلہ کو مدنظر رکھتے ہوئے آپ کی بڑھتی ہوئی اور ان سلیس اشعار کا مقابلہ کریں گے تو بدون داد اور دعا دیئے نہیں رہیں گے۔

میرا تو ارادہ اس کے متعلق بہت ہی کچھ تحریر کرنے کا تھا مگر ابتداء میں اپنی جس معذوری کا حال بیان کر آیا ہوں اس سے مجبور ہوں، ورنہ دل تو یہ چاہتا ہے کہ آپ کو جو لکھوں وہ تھوڑا ہی ہو، مختصر یہ

بحمد اللہ کہ حاصل آپ کو ہر ایک نعمت ہے
ذہانت ہے سعادت ہے شرافت ہے لیاقت ہے

اخیر میں اپنی طرف سے حضرت اکبر مرحوم کی زبان سے یہ دعا پیش کرتا ہوں۔

عطا کر قسمت تصنیف سعدی یا رب اس گل کو
پھلے پھولے زمانے میں گلستاں بوستاں ہو کر

آمِیۡنۡ .

وَاٰخِرُ دَعۡوَانَا اَنِ الۡحَمۡدُ لِلّٰهِ رَبِّ الۡعَالَمِیۡنَ
بِرَحۡمَتِکَ یَآ اَرۡحَمَ الرَّاحِمِیۡنَ

احقر

خلیل احمد عفی عنہ مرادآبادی

ھوالرشید

لَیۡسَ فِیۡ خَلۡقٍ سِوٰی جِھۡلٍ جَلَلۡ		مَالَھُمۡ فِی الۡعِلۡمِ شَیۡئٌ وَالۡعَمَلۡ
(افسوس) آج جہل کے سوا کوئی چیز نظر نہیں آتی مخلوق میں اوسی کا دور دورہ ہے، اور علم وعمل مفقود ہے		
بَعۡضُھُمۡ فِیۡ غَیِّہٖ قَدۡ اِکۡتَھَلۡ		اٰخَرٌ مِنۡھُمۡ اِلٰی شَیۡبٍ وَصَلۡ
بعض لوگ اپنی گمراہی میں چالیس سالہ ہوگئے اور بعض بالکل ہی بوڑھے ہوگئے		
اِسۡتَطَالُوۡا فِی الۡمَعَاصِیۡ وَالۡخَطَا		وَالذُّنُوۡبِ وَالۡخَنَاءِ وَالۡخَلَلۡ
معاصی اور بیہودہ کاموں میں انہیں بیحد انہماک ہے		
جَدَّ فِی الۡاَعۡمَالِ اِلَّا خَیۡرَھَا		خَاضَ فِیۡمَا قَدۡ نَھٰی عَنۡہُ الرُّسُلۡ
وہ پسندیدہ کاموں کو چھوڑ کر رذیل اور منہیات میں گرنا پسند کر رہے ہیں		
مَالَ فِی الدُّنۡیَا وِفِیۡ شَھۡوَاتِھَا		ثُمَّ اَضۡحٰی فِیۡ ھَوَاھَا لَمۡ یَزَلۡ
دنیا اس کی شہوات، اور ہواؤ ہوس کی طرف ان کا میلان ہے		
بَعۡضُھُمۡ مَنۡ یَعۡبُدُ اللّٰہَ الَّذِیۡ		بَرَءَ النَّسۡمَ وَقَدۡ عَزَّ وَجَلۡ
ان میں بعض تو وہ ہیں جو خدا کی پرستش کرنے والے ہیں		
قَدۡ بَدَتۡ فِیۡ قَادِیَانِ فِرۡقَۃٌ		مِنۡ ضِلَالٍ اِدَّعٰی فِیۡھَا رَجُلۡ

(چنانچہ اون میں) ایک فرقہ قادیانی ہے
(جو مسلمان کہلاتا ہے مگر حقیقت میں نہیں) جس میں

اِنَّنِیْ مُوْسٰی وَعِیْسٰی الْمُجْتَبٰی — اَوْبِاَنِّیْ اَحْمَدُ خَیْرُ الرُّسُلْ

ایک گمراہ شخص نے دعویٰ کیا ہے کہ میں موسیٰ ہوں،
یا عیسیٰ ہوں، اور یا محمد رسول اللہ ہوں، غرض نبی ہوں،

وَالنَّبِیُّ الْمُصْطَفٰی خَیْرُ الْوَرٰی — اَخْبَرَ النَّاسَ بِقَوْلٍ مُسْتَقِلْ

حالانکہ رسول اللہ ﷺ صاف طور پر فرما چکے ہیں

لَیْسَ بَعْدِیْ مِنْ نَبِیٍّ مُرْسَلٍ — کُلُّ مَنْ قَدِ ادَّعٰی بَعْدِیْ خُذِلْ

کہ میرے بعد کوئی نبی نہ ہوگا
جو شخص دعویٰ نبوت کرے گا وہ ذلیل وخوار ہوگا

ثُمَّ مِنْهَا فِرْقَةٌ شِیْعِیَّةٌ — اَهْلُهَا فِیْ بُغْضَةِ الْاَصْحَابِ ضَلْ

پھر ایک دوسرا فرقہ شعیعہ ہے، جسے اصحاب رسول ﷺ سے للّٰہی بغض ہے، خصوصاً

اِبْنِ عَفَّانٍؓ اَبِیْ بَکْرٍؓ اَبِیْ — حَفْصَةٍؓ اِلَّا عَلِیٍّ ذِیْ نَبَلْ

صدیق اکبرؓ، فاروق اعظمؓ، اور عثمان غنیؓ سے سوائے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے

ثُمَّ اُخْرٰی عُصْبَةٌ مِنْهُمْ غَدَتْ — تَعْبُدُ مَا دُوْنَ حَلَّالِ الْعُضَلْ

دوسرے وہ لوگ ہیں جو حق تعالیٰ کی پرستش کرنے والے نہیں

بَعْضُهُمْ جَمْعٌ تُسَمّٰی اٰرِیَهْ — وَهِیَ اَیْضًا فِیْ ظَلَامٍ مُنْسَدِلْ

ان میں ایک جماعت آریہ سخت گمراہی میں ہے

ثُمَّ اُخْرٰی مِنْ نَصَارٰی ثُلَّةٌ — اَوْ یَهُوْدٌ اَنْبِیَاءَ قَدْ قَتَلْ

ایک نصاریٰ ہیں پھر یہود ہیں جنہوں نے انبیاء کو شہید کرنے کا مظلمہ اختیار کیا

فِیْهِ تَلْمِیْحٌ اِلٰی اٰیَاتِ قُرْاٰنٍ — رَبِّ الْخَلْقِ مَوْلَانَا الْاَجَلْ

اس شعر میں قرآن کی اس آیۃ کی طرف اشارہ کیا گیا ہے کہ
فَرِیْقًا کَذَّبْتُمْ وَفَرِیْقًا تَقْتُلُوْنَ

قَالَ اِحْدٰی فِرْقَةٍ کَذَّبْتُمْ — ثُمَّ اُخْرٰی تَقْتُلُوْنَ بِالدَّغَلْ

یعنی فرمایا کہ ایک جماعت انبیاء کو تم نے جھٹلایا اور دوسری کو قتل کر رہے ہو

بَعْضُهُمْ مَنْ یَعْبُدُ الْاَصْنَامَ وَا — لْجَمْرَةِ کَانَتْ لَهِیْبًا مُشْتَعِلْ

دوسرے وہ ہیں جو بتوں اور آگ کی پرستش کرتے ہیں

مِنْهُمْ مَنْ یَعْبُدُوْنَ کَوْکَبًا — اَوْ ذُکَاءَ طَالِعًا اِذْ تَقْتَبِلْ

پھر ایک اور وہ ہیں جو ستاروں اور نکلتے ہوئے سورج کو پوجتے ہیں

کُلُّ ذِی الْاَدْیَانِ شَرٌّ بَاطِلٌ — مَا سِوَی الْاِسْلَامِ غَیْرُ الْمُقْتَبِلْ

یہ سب مذاہب اسلام کے باطل اور غیر مقبول ہیں

فَاسْلُکُوْ هٰذَا السَّبِیْلَ الْمُسْتَوِیْ — تَدْخُلُوا الْجَنَّاتِ خَیْرَ الْمُدَّخَلْ

پس ضرورت ہے کہ اسی صحیح راستہ (اسلام) کو اختیار کر کے جنت کا خلود دائمی حاصل کیا جائے

لَیْسَتِ الدُّنْیَا وَلَاحَیَوَانُهَا — مَاسِوٰی لَهْوٍ وَلَعْبٍ اَوْ خَلَلْ

یاد رکھو دنیا کی زندگی لہو ولعب کے سوا کچھ بھی نہیں،
وَمَا هٰذِهِ الْحَیَاةُ الدُّنْیَا اِلَّا لَهْوٌ وَلَعِبٌ

هٰذِهِ الدُّنْیَا کَنَسْجِ الْعَنْکَبُوْ — تِ فَلَا فِیْهَا سِوٰی فَیْءٍ وَظَلْ

دنیا مکڑی کے جالے کی طرح کمزور اور فانی ہے
یہاں کی ساری چیزیں سائے کی طرح ہیں

طَالِبُ الدُّنْیَا کَکَلْبٍ خَائِبٍ — طَالِبُ الْاُخْرٰی اِلٰی فَوْزٍ وَصَلْ

دنیا کا طالب یقیناً خائب وخاسر ہے، ہاں طالب آخرت البتہ کامیاب شخص ہے

ثُمَّ عِنْدَ الصُّوْفِیَاءِ الْاَصْفِیَا ۔ طَالِبُ الدُّنْیَا کَاُنْثٰی لَارَجُلْ

صوفیا اور خدا کے بندوں کے نزدیک تو دنیا کا طالب مونث ہی ہے

طَالِبُ الْاُخْرٰی فَخَنَّثٰی مُشْکِلُ ۔ طَالِبُ الْمَوْلٰی فَقَطْ صَارَ الرَّجُلْ

پھر آخرت کا طالب بھی مذکر (مرد) نہیں
بلکہ اوسے اون کے نزدیک مخنث (ہیجڑا) کہا جاتا ہے

فَاطْلُبُوا الْمَوْلٰی "فَرِضْوَانٌ مِنَ ۔ اللّٰهِ اَکْبَرُ" فِی الْمَثَانِیْ قَدْ نَزَلْ

(ہاں مولیٰ کا طالب ان کے نزدیک مرد ہے) پس دوستو!
تم بھی رضائے رب ہی طلب کرو، فَرِضْوَانٌ مِنَ اللّٰهِ اَکْبَرٌ

اَیُّ عَیْشٍ فِیْهِ اَنَّ الْعَیْشَ فِیْ ۔ دَارِ نَا الْاُخْرٰی وَفِیْ رَوْضٍ خَضِلْ

دوستو! یہاں کی عیش کس کام کی، عیش تو آخرت کی ہے جہاں ہمیشہ رہنا ہے

دَارُکُمْ اُخْرٰی هِیَ الْحَیْوَانُ لَوْ ۔ تَعْلَمُوْنَ ذَاکَ یَا اَهْلَ الْخَلَلْ

یاد رکھو (اگر تم میں عقل ہو اور تم سمجھو تو)
آخرت ہی تمہارا گھر ہے اور وہیں کی زندگی بھی ہے

اَیُّهَا الْخُلَّانُ اَنْتُمْ قَدْ جَنَحْتُمْ ۔ اِلٰی سُوْءِ الْفَعَالِ وَالْخَطَلْ

میرے دوستو! (افسوس کہ) تمہارے اعمال واخلاق اچھے نہ رہے

مَا قَدَعْتُمْ نَفْسَکُمْ عَنْ مَاثِمٍ ۔ ثُمَّ غَشّٰی نَفْسُکُمْ کُلَّ الزُّلَلْ

تم نے اپنے نفوس کی باگیں ڈھیلی چھوڑ دیں، نتیجہ یہ ہوا کہ وہ معاصی میں مبتلا ہو گئے

نَفْسُکُمْ قَدْ بَارَزَتْ عَنْ جَهْلِهَا ۔ خَالِقَ الْخَلْقِ وَمَوْلَانَا الْاَجَلْ

اور (طرہ یہ کہ) خدا کے مقابلہ میں ڈٹ گئے،

وَهِیَ کَانَتْ جَامِحًا فِیْ جَهْلِهَا ۔ مِنْ اِلٰهِ الْخَلْقِ مَوْلَانَا الْاَجَلْ

اور اپنی جہالت سے انتہائی سرکشی پر تل گئے

وَالنَّبِیُّ قَالَ حَقًّا اِنَّهَا ۔ اَکْبَرُ الْاَعْدَاءِ فِیْ جَنْبِ الرَّجُلْ

(یاد رکھو) یہ وہی نفس ہے جس کو حدیث میں
سب سے بڑا دشمن انسان فرمایا گیا ہے اَعْدَا عُدُوِّلِ نَفْسِکَ

اَیُّهَا الْاِخْوَانُ لَا تَلْوُوْا اِلٰی ۔ سُوْءِ اَفْعَالٍ یُؤَدِّیْ لِلْخَطَلْ

دوستو! (میری بات سنو) اور رذیل کاموں کا (نفس کی خاطر) ارتکاب مت کرو

صَاحِ اَنَّ الْمَوْتَ مِیْعَادٌ لَّکُمْ ۔ ثُمَّ مَا اِعْدَادُکُمْ لِلْمُرْتَحَلْ

(یاد رکھو) تمہاری میعادِ زندگی موت ہے،
پس میں سوال کرتا ہوں کہ کیا تمہیں سامان آخرت میسر ہے

مَوْتُ کُلِّ الْخَلْقِ یَاْتِیْ بَغْتَةً ۔ لَیْسَ یُغْنِیْکُمْ اِذًا اِلَّا الْعَمَلْ

لوگوں کی موت دفعتہً آ جاتی ہے اور پھر عمل کے سوا کوئی چیز بھی کام نہیں آتی

لَمْ نَجِدْ فِیْهَا امْرَءً ا قَدْ دَامَ فِیْ ۔ هٰذِهِ الدُّنْیَا وَمِنْهَا مَا ارْتَحَلْ

ہم نے آج تک کوئی ایسا شخص نہیں دیکھا
جو ہمیشہ دنیا ہی میں رہا ہو اور اس نے موت کا ذائقہ نہ چکھا ہو

کُلُّ حَیٍّ سَوْفَ یَاْتِیْهِ الْفَنٰی ۔ فِیْ فَنَاءِ الْبَیْتِ لَا یُغْنِی الْخَوَلْ

اس وقت بھی جو لوگ زندہ ہیں ان کے لئے موت یقینی ہے،
انہیں موت سے مال اور خدم وحشم کوئی نہیں بچا سکتا

لَیْسَ فِی الدُّنْیَا حَیَاتٌ دَائِمٌ ۔ کُلُّ شَیْئٍ قَدْ دَنَا مِنْهُ الْاَجَلْ

دنیا کی حیات دائمی نہیں ہر ذی روح کے لئے موت لازمی ہے

کُلُّ شَیْئٍ هَالِکٌ اِلَّا عَزِیْزٌ ۔ قَدِیْرٌ لَا یَزَالُ لَمْ یَزَلْ

اورحق تعالیٰ کے سوا ہر چیز کا ہلاک ہونا متیقن ہے، "کُلُّ شَئٍ ھَالِکٌ اِلَّا وَجْھَهٗ"

یٰـا اِلٰھِـیْ اَنْـتَ خَلَّاقُ الْـوَرٰی		اَنْـتَ حَـیٌّ اَنْـتَ بَـاقٍ لَمْ یَـزَلْ
خدایا! تو جہان کا پیدا کرنے والا ہے، تو ہی ہمیشہ زندہ اور باقی رہنے والا ہے		
اَنْـتَ رَزَّاقُ الْاَحِبَّـا وَالْـعِدٰی		اَنْـتَ حَسْبِیْ عِنْـدَ اَرْزَاءٍ جَلَلْ
تو ہی دوست دشمن کو رزق دینے والا ہے اور مصیبتوں کے وقت مدد کرنے والا ہے		
اَنْـتَ غَـفَّـارٌ لِکُلِّ مُذْنِبٍ		اَنْـتَ تَـوَّابٌ لِکُلِّ الْـمُبْتَھِلْ
تو ہی گنہگاروں کی بخشش کرنے والا، اور عاجز بندوں کی توبہ قبول کرنے والا ہے		
عَبْدُکَ الْعَاصِیْ اِلٰھِیْ قَدْاَتٰی		کَ مُقِرًّا بِالْـمَعَاصِیْ وَالْخَلَلْ
خدایا! تیرا یہ گنہگار بندہ تیری درگاہ میں اپنی خطاؤں کا اعتراف کرتا حاضر ہوا ہے		
قَدْ سَمِعْنَا تَوْبَةَ الْعَاصِیْ اِعْتِذَاراً		اِذَا جَـاءٰ یُـنَـاجِـیْ مُبْتَھِلْ
ہم نے سنا ہے کہ گنہگاروں کی توبہ ہی ان کی عذرخواہی ہے جب کہ وہ تجھے دل سے پکارتے ہوئے حاضر ہوں		
رَبَّنَا اغْفِرْلِیْ وَلِلْاٰبَاءِ وَارْحَمْ		عَلَیْنَـاوَاعْفُ عَنْ کُلِّ الـزَّلَلْ
مولا! میری اور میرے ماں باپ اور اجداد کی مغفرت فرما، اور خطاؤں سے درگذر کر		
رَبَّـنَـا ارْزُقْـنَـا حَـلاً لاً طَیِّبًـا		رَبَّنَا اشْرَحْ صَدْرَنَا وَارْفَعْ کَلَلْ
ہمیں اکل حلال عطا فرما، اور نفسانی سستی ہم سے دور کر		
یَـا اِلٰـهَ الْـخَـلْقِ ثَبِّتْـنَـا عَـلٰی		دِیْنِ خَیْرِ الْخَلْقِ مَحَّاءِ الْمِلَلْ
ہمیں رسول اکرم ﷺ کے دین پر ہمیشہ قائم رکھ		
ثُـمَّ ثَبِّتْنَـا عَـلٰی الْاِیْـمَانِ یَا		رَبَّـنَـا الْـقُدُّوْسَ حَتّٰی نَرْ تَحِلْ
ہمارا خاتمہ بالخیر فرما اور ایمان کے ساتھ اٹھا، (آمین)		

فضائل النبی ﷺ

قَـالَ رَبُّ الْـخَـلْقِ فِـیْ قُـرْاٰنِـهٖ		اَکْرِمُوْا خَیْرَ الْوَرٰی فَخْرَ الرُّسُلْ
(یہ آپ کی فضیلت ہے کہ) حق تعالیٰ کا صحابہ رضی اللہ عنہ کو حکم ہوا کہ رسول اللہ ﷺ کا احترام کرو اور ان کے ساتھ ادب سے پیش آؤ		
اَنْتُـمْ لاَ تَـرْفَـعُـوْا اَصْـوَاتَـکُـمْ		فَوْقَ صَوْتِ الْمُجْتَبٰی خَیْرِ الرُّسُلْ
اپنی آوازوں کو رسول اللہ ﷺ کے سامنے رسول اللہ ﷺ کی آواز پر بلند مت کرو (یہ احترام کے خلاف ہے)		

یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لاَ تَرْفَعُوْا اَصْوَاتَکُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِیِّ.

ایمان والو! اپنی آوازوں کو رسول اللہ ﷺ کی آواز پر بلند مت کرو، رسول اللہ ﷺ کے سامنے پست آواز سے کلام کیا کرو۔

دوسری جگہ احترام ہی کی تاکید میں فرماتے ہیں:

لاَ تَجْعَلُوْا دُعَاءَ الرَّسُوْلِ کَدُعَاءِ بَعْضِکُمْ بَعْضًا.

یعنی رسول اللہ ﷺ کو انکا نام لے کر مت پکارو جس طرح تم خود ایک دوسرے کو پکارتے ہو (حالانکہ پہلی امتوں کو جائز تھا کہ وہ اپنے انبیاء کو ان کے نام سے پکاریں)۔ (اس کے بعد ہی سے صحابہ رضی اللہ عنہ آپ کو "یا رسول اللہ ﷺ" کہہ کر پکارنے لگے)

فَاعْلَمُوْا مَا اَقْسَمَ اللّٰهُ الْقَوِیْ	بِحَیٰوۃِ الْاَنْبِیَاءِ وَالرُّسُلْ
حق تعالیٰ نے کسی نبی علیہ السلام کے حیات کی قسم نہیں کھائی (جو کہ انتہائی الفت اور محبت کی علامت ہے)	
مَا سِوٰی حَیْوَانِ خَتْمِ الْاَنْبِیَاءِ	رَحْمَۃٍ لِّلْعٰلَمِیْنَ وَالرُّسُلْ
سوائے رسول اللہ ﷺ کی حیات کے، (یہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ کا قول ہے۔)	
لَعَمْرُکَ اِنَّهُمْ لَفِیْ سَکْرَتِهِمْ یَعْمَهُوْنَ	
کبھی آپ کی ہدایت کی قسم کھائی	
وَالنَّجْمِ اِذَا هَوٰی مَا ضَلَّ صَاحِبُکُمْ وَمَا غَوٰی	
کبھی آپ کی رسالت کی قسم کھائی	
یٰس وَالْقُرْآنِ الْحَکِیْمِ	
کبھی آپ کی محبت کی قسم کھائی	
وَالضُّحٰی وَاللَّیْلِ اِذَا سَجٰی	
کبھی آپ کے شہر کی قسم کھائی	
لَا اُقْسِمُ بِهٰذَا الْبَلَدِ	
حُرِّمَتْ اَمْوَالُ اَعْدَاءٍ عَلٰی	اَنْبِیَاءٍ مَا سِوٰی فَخْرِ الرُّسُلْ
مال غنیمت آپ کے سوا تمام انبیاء پر حرام تھا، آپ کے لئے بلاشبہ جائز ہوا	
دِیْنُ سُلْطَانِ الْوَرٰی خَیْرِ الْبَشَرْ	نَاسِخُ الْاَدْیَانِ مَحَّاءُ الْمِلَلْ
رسول اللہ ﷺ کا دین دوسرے تمام ادیان کے لئے ناسخ ہے	
سَوْفَ رُوْحُ اللّٰهِ عِیْسٰی یَتَّبِعْ	دِیْنَ سُلْطَانِ الْوَرٰی لَمَّا نَزَلْ

حضرت عیسیٰ علیہ السلام بھی قیامت کے قریب آسمان سے اتریں گے
تو آپ ہی کا دین اختیار کریں گے

یہاں سے ایک شبہ کا ازالہ بھی کافی طور پر ہوگیا، قرآن میں ”وَاِذْ اَخَذَ اللّٰهُ“ الخ سے ایک میثاق کی طرف اشارہ کیا گیا ہے کہ حق تعالیٰ نے تمام انبیاء علیہم السلام سے یہ عہد لیا کہ محمد ﷺ کے زمانہ کو تم لوگ اگر پاؤ تو ان کے دین کو قبول کر لینا، اور انبیاء علیہم السلام نے بھی اقرار کیا کہ ہم ایسا ہی کریں گے۔ لیکن یہ میثاق اور عہد بظاہر لغو معلوم ہوتا ہے، اس لئے کہ جب رسول اللہ ﷺ تمام انبیاء علیہم السلام کے بعد ہی تشریف لانے والے تھے، اور یہ امر مقدر ہو چکا تھا تو اس عہد ومعاہدہ کی کیا حاجت تھی، اس شبہ کا جواب بالکل صاف ہے، شبہ ہی اس وقت ہوسکتا ہے جب کہ کوئی ایک نبی علیہ السلام بھی آپ ﷺ کا زمانہ نہ پاوے، اور جب کہ ایک مقدس نبی علیہ السلام حضرت عیسیٰ علیہ السلام ”لَتُؤْمِنُنَّ بِهٖ وَلَتَنْصُرُنَّهٗ“ کی خدمت کے لئے آسمان پر اٹھا لئے گئے اور ان کا نازل ہونا بھی قرآن سے ثابت ہے تو شبہ محض لغو ہے، (یہ اعتراض ایک گمراہ کن جماعت قادیان کا ہے)۔

اَلنَّبِیُّوْنَ الْاُوْلٰی کَانُوْا کَلِیْماً	ذَبِیْحاً اَوْ خَلِیْلاً زَانَبَلْ

پہلے انبیاء میں کسی کو حق تعالیٰ نے اپنا صفی بنایا، اور صفی اللہ فرمایا، کسی کو کلیم اللہ فرمایا، کسی کو ذبیح اللہ، خلیل اللہ، اور روح اللہ فرمایا، (مگر یہ سب خطابات بہت کم درجہ رکھتے ہیں اس خطاب کے سامنے جو اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کو عطا فرمایا، حضرت کو خطاب عطا ہوا، عبداللہ کا (یعنی اللہ کا بندہ) چنانچہ جابجا قرآن میں قرب وعظمت کے موقعوں پر اسی نام سے یاد فرمائے جاتے ہیں۔

سُبْحٰنَ الَّذِیْ اَسْرٰی بِعَبْدِهٖ فَاَوْحٰی اِلٰی عَبْدِهٖ مَا اَوْحٰی

یہ خطاب ذات جل جلالہ کے صفت کبر کا مظہر ہے۔

وَالنَّبِیُّ الْمُصْطَفٰی قَدْ کَانَ عَبْداً	مُطِیْعاً خَاضِعاً مِثْلَ الذُّلُلْ

چنانچہ آپ خالص عبد اور خدا کے فرماں بردار بندہ تھے،

(یہ خطاب عبد آپ کو معراج میں عطا ہوا ہے (تفسیر کبیر)

وَیَرٰی سُلْطَانُ کُلِّ الْاَنْبِیَاءِ	مِنْ وَرَاءِ ظَهْرِهٖ کُلَّ الْمُثُلْ

آپ پیٹھ کے پیچھے سے بھی ایسا ہی دیکھتے تھے جیسا آگے سے

اَقِیْمُوا الرُّکُوْعَ وَالسُّجُوْدَ فَوَ اللّٰهُ اِنِّیْ اَرَاکُمْ مِنْ وَّرَاءِ ظَهْرِیْ

(صحابہ سے ارشاد فرمایا) تم لوگ رکوع و سجود اچھی طرح کیا کرو، خدا کی قسم میں تمہیں پیٹھ کے پیچھے سے بھی دیکھتا ہوں۔

حضرت امام حنبل رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ علماء کا اس پر اتفاق ہے کہ اس حدیث سے آپ کا پیچھے سے دیکھنا ثابت ہے، امام زاہدی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے رسالہ ناصریہ میں ثابت کیا ہے کہ آپ کے دو شانوں کے درمیان دو آنکھیں سوئی کے سوراخ جیسی تھیں، جن کی روشنی کو کوئی کپڑا نہیں چھپا سکتا تھا۔

ثُمَّ اَیْضًا کَانَ مَوْلَانَا یَرٰی	فِی اللَّیَالِیْ وَالظَّلَامِ الْمُنْسَدِلْ

آپ اندھیرے میں بھی ایسا ہی دیکھتے تھے جیسا اُجالے میں

کَانَ نُوْراً جِسْمُ خَتْمِ الْاَنْبِیَاءِ	فِیْ ضِیَاءٍ مَالَهٗ فِیْٓ وَظِلْ

آپ کا جسم نورانی تھا چنانچہ اسی وجہ سے آپ کا دھوپ اور چاندنی رات میں سایہ نہ پڑتا تھا (مگر اس روایت کی صحت میں کلام ہے)

حُرِّمَ الْاَزْوَاجُ "لَا اَنْ تَنْکِحُوْا"	فِیْ کَلَامِ اللّٰهِ قُرْاٰنٍ نَزَلْ

آپ کی ازواج مطہرات کا نکاح آپ کے بعد حرام کر دیا گیا،

(انہیں تمام امت کی مائیں بنا دیا)

وَاَنْ لَا تَنْکِحُوْا اَزْوَاجَهٗ مِنْ بَعْدِهٖ اَبَداً

یعنی رسول اللہ ﷺ کی بیویاں ہمیشہ کے لئے تم پر حرام ہیں۔

اسی لئے ازواج مطہرات نے ایک عرصہ تک عالم بیوگی میں دن بسر کئے، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے ۴۸ سال بیوگی کی حالت میں گذارے، اس حرمت کی علت احترام نبوت کے علاوہ یہ بھی ہے کہ رسول اللہ ﷺ اور دوسرے انبیاء علیہم السلام چونکہ زندہ ہیں اور مسلمانوں کا عقیدہ بھی یہی ہے اسی لئے نہ ان کا مال میراث، نہ ان کی ازواج بیوہ، اور نہ ان کا نکاح ہی جائز۔

ہرگز نمیرد آں کہ دلش زندہ شد بعشق	ثبت است بر جریدۂ عالم دوام آں
قَدْ رَئٰ مَوْلَاهُ اِذْ اَسْرٰی اِلٰی	الْمَسْجِدِ الْاَقْصٰی اِلٰی اَعْلٰی مَحَلْ

آپ نے زندگی ہی میں اللہ تعالیٰ کا جمال دیکھا، اور باتفاق علماء ظاہری جسد کے ساتھ معراج میں گئے، دوسرے انبیاء علیہم السلام کو کہیں صرف تجلیات و انوار دکھلائے گئے، اور کہیں وہ اس کی بھی تاب نہ لا کر "وَخَرَّ مُوْسٰی صَعِقًا" کا مضمون ہو گئے۔

یہاں لن ترانی کا جھگڑا نہیں تھا	در مصطفیٰ سنگ موسیٰ نہیں تھا
کَانَ مِثْلَ الْمِسْکِ طِیْبًا مَائُهٗ	الَّذِیْ مِنْ جِسْمِهِ الْاَزْکٰی نَسَلْ

آپ کے جسم مبارک سے جو پسینہ نکلتا تھا وہ عطر سے بھی زیادہ خوشبو رکھتا تھا، (اور مدینہ میں عام طور پر دلہنوں کے لئے عطر کی جگہ استعمال کیا جاتا تھا۔ ایک ضعیف روایت گلاب کو آپ ہی کے پسینے سے بنا ہوا ثابت کرتی ہے)۔

اَنَّهٗ مَخْدُوْمُ کُلِّ الْاَنْبِیَاءِ	سَیِّدُ الْکَوْنَیْنِ مِقْدَامُ الرُّسُلْ

آپ تمام انبیاء کے مخدوم اور پیشوا ہیں،

اُمَّةُ الْمَخْدُوْمِ اَیْضًا هٰکَذَا	فِی الْمَثَانِیْ "خَیْرَ اُمَّةٍ" قَدْ نَزَلْ

اسی طرح آپ کی امت بھی تمام امتوں کی پیشوا اور ان سے افضل ہے	

كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ.

تم بہترین امت ہو جو لوگوں کو نصیحت کرنے کے لئے پیدا کی گئی ہو۔

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عُلَمَاءُ اُمَّتِىْ كَاَنْبِيَاءِ بَنِىْ اِسْرَائِيْلَ

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میری امت کے (بعض) علماء بنی اسرائیل کی انبیاء جیسے ہوں گے۔

اِنَّمَا لِلْمُصْطَفٰى فَخْرِ الْاُمَمْ	قَالَ رَبُّ الْخَلْقِ عَلَّامُ الْاَزَلْ
اللہ جل جلالہ نے رسول اللہ ﷺ ہی	
اِنَّهُ اِنْ لَمْ تَجِدْ مَاءً تَيَمَّمْ	صَعِيْدًا اَوْ اِذَا مَاءٌ يَقِلْ
کو تیمّم کی اجازت دی، ورنہ پہلے انبیاء کو یہ آسانی میسر نہ تھی	
كُلُّ اَرْضٍ مَسْجِدٌ لِلْمُصْطَفٰى	سَيِّدِ السَّادَاتِ مَوْلَانَا الْاَجَلْ
آپ ہی کے لئے تمام زمین مسجد ہے (جہاں چاہے آپ یا آپ کی امت نماز پڑھ سکتی ہے) دوسرے انبیاء کے لئے یہ آسانی بھی نہ تھی۔	

جعلت لی الارض مسجدا وطھورا الا الحمام والمقابر (ترمذی)

فرمایا رسول اللہ ﷺ نے کہ تمام زمین میرے لئے مسجد بنادی گئی سوائے حمام اور قبرستان کے۔ (یعنی حمام اور قبرستان میں نماز پڑھنا جائز نہیں)

مَنْ رَاٰنِىْ فِىْ الْمَنَامِ قَدْ رَاٰى	اَلْحَقَّ قَدْ قَالَ بِهٖ فَخْرُ الرُّسُلْ
آپ نے فرمایا کہ جس نے مجھے خواب میں دیکھا اس نے حقیقۃً دیکھا	

قال من رانی فی المنام فقد رئ فان الشیطان لا یتمثل بی (ترمذی)

فرمایا رسول اللہ ﷺ نے جس نے مجھے خواب میں دیکھا اور اس نے مجھے ہی

دیکھا، اس لئے کہ شیطان میری صورت میں تبدیل نہیں ہوسکتا۔ (یہ غالباً اس لئے کہ آپ کا شیطان مسلمان ہوگیا تھا، ''یہ حضرت آدم علیہ السلام کا قول ہے'' اپنے اوپر رسول اللہ ﷺ کی فضیلت ثابت کرتے ہوئے فرمایا کہ میرا شیطان مسلمان نہیں ہوا مگر میری اولاد میں نبی آخر الزماں ﷺ کا شیطان مسلمان ہوجائے گا۔ (مناقب الصدیق)

اِنَّمَا اَعْطَاهُ حَوْضًا كَوْثَرًا	رَبُّهُ الْوَهَّابُ وَالْمَوْلٰى الْاَجَلْ
حوض کوثر کے مالک تمام انبیاء میں آپ ہی بنائے گئے	
اِنَّا اَعْطَيْنَاكَ الْكَوْثَرَ الخ	
قَبْلَ كُلِّ الْاَنْبِيَاءِ الْاَصْفِيَا	يَدْخُلُ الْجَنَّاتِ مِقْدَامُ الرُّسُلْ
تمام انبیاء علیہم السلام سے پہلے آپ ہی جنت میں داخل ہوں گے	
خَيْرُ خَلْقٍ يَخْرُجُ مِنْ قَبْرِهٖ	قَبْلَ كُلِّ الْاَنْبِيَاءِ وَالرُّسُلْ
سب سے پہلے اپنی قبر شریف سے آپ ہی اٹھیں گے	
اِنَّمَا قَدْ اُرْسِلَ الْمَوْلٰى عَلٰى	كُلِّ اَقْوَامِ الْبَرَايَا وَالْقُبُلْ
آپ ہی تمام دنیا پر نبی بنا کر بھیجے گئے، (ورنہ پہلے انبیاء علیہم السلام اپنی اپنی قوم ہی پر نبی ہو کر آتے تھے، اسی لئے ایک زمانہ میں ایک سے زیادہ بھی نبی جمع ہوجاتے تھے)	

شمائل النبی ﷺ

كَانَ خَيْرَ النَّاسِ وَجْهًا شِيْمَةً	اِصْطَفَاهُ الْحَقُّ فِىْ عِلْمِ الْاَزَلْ
آپ سب سے زیادہ خوبصورت اور سب سے زیادہ اچھی عادت کے تھے، اللہ تعالیٰ نے علم ازل میں آپ کو منتخب فرمالیا تھا۔	

عن جابر رضی اللہ عنہ قال رایت النبی فی لیلۃ اضحیان فجعلت انظر الیہ والی القمر وھو احسن عندی من القمر (ترمذی)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے ایک دفعہ چاندنی رات میں رسول اللہ ﷺ کو دیکھا، میں کبھی آپ کی طرف اور کبھی چاند کی طرف دیکھتا تھا مگر رسول اللہ ﷺ مجھے بہت زیادہ چاند سے پیارے معلوم ہو رہے تھے۔

عن ابی ھریرہ رضی اللہ عنہ قال ما رایت شیئا احسن من رسول اللہ کا الشمس تجری فی وجھہ (ترمذی)

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے زیادہ کوئی چیز خوبصورت نہیں دیکھی، یوں معلوم ہوتا تھا کہ آپ کے چہرہ مبارک سے سورج نکل رہا ہے۔

قال حسین رضی اللہ عنہ ابن علی رضی اللہ عنہ اسئلت عن ابی سیرۃ رسول اللہ فی جلسائہ فقال کان ھودا ئم البشر سھل الخلق لین الجانب لیس بفظٍ ولا غلیظ (ترمذی)

صاحبزادے حضرت حسین رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنی والد سے رسول اللہ ﷺ کی عادت کے متعلق سوال کیا تو فرمایا کہ آپ ﷺ ہمیشہ لوگوں میں رہتے تھے۔ نرم تھے نہ سخت تھے اور نہ متشدد۔

عن انس ابن مالک رضی اللہ عنہ قال خدمت رسول اللہ ﷺ عشر سنین فما قال لی اف قط وما قال لشی صنعتہ لم صنعتہ ولا بشئی ترکتہ لم ترکتہ وکان ھو احسن خلقا. (ترمذی)

انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کی دس سال خدمت کی ہے، آپ نے کبھی اف تک بھی مجھے نہیں کہا، نہ کبھی یہ کہا کہ فلاں کام کیوں کیا، اور فلاں کیوں چھوڑ دیا۔ غرض آپ بہت اچھی عادت والے تھے۔

قَالَتْ عَائِشَۃَ رضی اللہ عنہا کَانَ خُلُقُہُ الْقُرْآن ۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ آپ کا خلق قرآن تھا۔ **اِنَّکَ لَعَلٰی خُلُقٍ عَظِیْمٍ** (فرمایا حق تعالیٰ نے کہ) آپ یقیناً بہت زیادہ خلیق ہیں۔

قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ بُعِثْتُ لِاُ تِمَّ مَکَارِمُ الْاَخْلَاقِ.

فرمایا رسول اللہ ﷺ نے کہ میں اچھے اخلاق کی تکمیل کے لئے پیدا کیا گیا ہوں۔

کَانَ سِتِّیْراً حَیِیّاً فَوْقَ مَا	تُوْجَدُ الْعَذْرَاءُ فِیْ خِدْرِ الْکِلَلْ
آپ پردوں کی رہنے والی کنواری لڑکی سے بھی زیادہ حیادار تھے۔	

قَالَ کَانَ ھُوَ اَشَدُّ حَیَاءً مِنَ الْعَذْرَاءُ (ترمذی)

آپ کنواری لڑکی سے بھی زیادہ حیا رکھتے تھے۔

قَالَتْ عَائِشَۃَ رضی اللہ عنہا مَارَئیٰ مِنِّی وَلَا رَاَیْتُ مِنْہُ شَیْئًا (ترمذی)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا (بیوی ہونے کے باوجود) فرماتی ہیں کہ میں نے کبھی رسول اللہ ﷺ کا ستر نہیں دیکھا اور نہ انہوں نے میرا۔

(یہ بھی حدیث ہی کا مضمون ہے کہ نجاسات اور شرمگاہ کی طرف دیکھنا بصارت کم کرتا ہے)

خَافِضًا لِلطَّرْفِ مِنْ فَرْطِ الْحَیَا	مُسْتَوِیَ الْخَلْقِ ثُمَّ الْمُعْتَدِلُ
آپ ہمیشہ نیچی نظر رکھتے تھے، آپ کے اعضاء میں بیحد اعتدال اور موزونیت تھی	

قَالَ کَانَ ھُوَ خَافِضُ الطَّرْفِ نَظْرُہُ اِلَی الْاَرْضِ (ترمذی)

آپ کی نظریں جھکی ہوئیں اور زمین کی طرف رہتی تھیں۔

اَصْدَقُ الْاَقْوَالِ حَتّٰی فِی الْمِزَاحِ	وَلَا فِیْہِ لِکِذْبٍ مُدْخَلُ
آپ اتنے سچے تھے کہ مذاق میں بھی کبھی جھوٹ نہ بولتے تھے،	

قَالَ کَانَ ھُوَ یَمْزِحُ وَلٰکِنَّ خَالٍ عَنْ الْحَشْوِ وَالزَّوَائِدِ

قَالَ "یَاذَا اُذُنَیْنِ"

آپ مذاق کرتے تھے مگر زیادتی اور مبالغہ اس میں نہ ہوتا تھا، (مثلاً) کسی کو فرمایا "او دو کان والے"۔

قال اتت عجوز النبی ﷺ وقالت یا رسول اللہ ﷺ ادع اللہ لی ان یدخلنی الجنۃ فقال یا ام فلان ان الجنۃ لا تدخلوھا عجوز قال فولت تبکی فقال اخبروھا انھا لا تدخلھا وھی عجوز ان اللہ تعالیٰ یقول اِنَّا اِنْشَاْنَا ھُنَّ اِنْشَاءً فَجَعَلْنَا ھُنَّ اَبْکَارًا. (ترمذی)

ایک دفعہ آپ کے پاس ایک بڑھیا حاضر ہوئی اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ دعا کیجئے کہ اللہ مجھے جنت میں داخل کریں، آپ ﷺ نے جواب دیا کہ بڑھیا عورتیں جنت میں نہیں داخل ہوا کرتیں۔ وہ بیچاری یہ سن کر روئی اور مایوس ہو کر واپس ہوگئی، اس کی اس مایوسی اور بیتابی کو دیکھ کر آپ ﷺ نے صحابہ سے فرمایا کہ جاؤ اس سے کہو کہ اللہ بڑھیوں کو داخل نہیں کرتا، یعنی انہیں جوان اور کنواری بنا دیتا ہے اور پھر وہ جنت میں داخل کی جاتی ہیں، (مذاق بھی تھا اور سچ بھی)۔

اِبْتِسَامًا کَانَ ضِحْکُ الْمُصْطَفٰی		لَیْسَ لِلْقَھْقَاہِ فِیْہِ مُدَّخَلُ
آپ جب ہنستے تو صرف تبسم فرماتے، قہقہہ بالکل نہ مارتے،		

وَھُوَ کَانَ لَا یَضْحَکُ اِلَّا بِالتَّبَسُّمْ (ترمذی) یعنی آپ ہنستے وقت صرف تبسم فرماتے۔

وَکَانَ یَضْحَکُ حَتّٰی بَدَتْ نَوَاجِدُہٗ (ترمذی) ہنستے وقت آپ کے سامنے کے دانت ظاہر ہو جاتے تھے۔

اِذْ یُرِیْدُ النَّوْمَ یَاْتِی مَضْجَعًا		تَالِیًا مِنْ بَعْضِ اٰیَاتٍ نَزَلْ

آپ جب سونے کا ارادہ فرما کر بستر پر تشریف لاتے تو اول چند قرآنی آیات کی تلاوت فرماتے

قَالَتْ عَائِشَۃُ رضی اللہ عنہا کَانَ ھُوَ اِذَا آوٰی اِلٰی فِرَاشِہٖ کُلَّ لَیْلَۃٍ جَمَعَ کَفَّیْہِ فَنَفَثَ فِیْھِمَا وَقَرَاُ فِیْھِمَا قُلْ ھُوَ اللّٰہُ اَحَدٌ، قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ، قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ ثُمَّ مَسَحَ بِھِمَا مَا اسْتَطَاعَ مِنْ جَسَدِہٖ یَبْدَا بِھِمَا رَاسَہٗ وَوَجْھَہٗ وَمَا اَقْبَلَ مِنْ جَسَدِہٖ یَصْنَعُ ذَالِکَ ثَلٰثَ مَرَّاتٍ. (ترمذی)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ آپ جب بستر پر آتے تو سورہ فلق، ناس اور اخلاق پڑھ کر دونوں ہاتھ جمع کر کے ان پر دم کرتے اور پھر سر سے شروع کر کے تمام بدن پر جہاں تک ہاتھ پہونچ سکتا ہاتھ پھیرتے اور اسی طرح تین مرتبہ کرتے۔

عن حذیفہ رضی اللہ عنہ قال کان اذاوی الا فراشہ قَالَ اَللّٰھُمَّ بِاسْمِکَ اَمُوْتُ وَاَحْیٰ (ترمذی) حذیفہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ بستر پر جب آتے تو پڑھتے "اَللّٰھُمَّ بِاسْمِکَ اَمُوْتُ وَاَحْیٰ".

قَدْ رَئٰ فِیْ ظَھْرِ فَخْرِ الْاَنْبِیَاءَ		خَاتَماً اِذْ خَلْفَہٗ قَامَ الرَّجُلْ
ایک شخص آپ کے پیچھے کھڑا ہوا تو اس نے دیکھا کہ آپ کی پشت مبارک پر ختم نبوت (نبوت کی انگوٹھی) ہے		

قال بین کتفیہ خاتم النبوۃ مثل شعرات مجتمعات (ترمذی)

آپ کے دونوں مونڈھوں کے درمیان نبوت کی انگوٹھی تھی مجتمع بالوں کی بنی ہوئی۔

کَانَ یَرْضٰی الطِّیْبَ وَالْعَذْبَ وَحُلْوًا		وَمَاءً بَارِداً ثُمَّ الْعَسَلْ
آپ عطر پسند فرماتے، شیرینی، ٹھنڈا پانی، اور شہد مرغوب تھا،		

قَالَ اَللّٰھُمَّ اَحِبُّکَ مِنْ نَفْسِیْ وَمِنْ مَاءِ بَارِدٍ قَالَ اِنَّہٗ یُتَطَیِّبُ وَاِلَّا یَرُدُّ (ترمذی)

فرمایا رسول اللہ ﷺ نے کہ خدا یا میں تجھے اپنے نفس اور ٹھنڈے پانی سے بھی زیادہ چاہتا ہوں۔ کہا کہ آپ ﷺ عطر لگاتے تھے اور کسی کے دینے پر لوٹاتے نہ تھے۔

قال اذا اعطیکم الریحان فلا یردہ لانہ خرج من الجنۃ (ترمذی)

فرمایا رسول اللہ ﷺ نے کہ جب تمہیں کوئی عطر دے تو لوٹاؤ مت اس لئے کہ عطر جنت سے نکلا ہے۔

وَحَلِیبًا وَصَلٰوۃً وَاسِتیا		کاً وَخَیلاً فِی رُکُوبٍ ثُمَّ خَل
دودھ پسند فرماتے، نماز، مسواک، سرکہ، اور سواری میں گھوڑا پسند تھا۔		

لم یکن شئی احب رسول اللہ ﷺ بعد النساء الخیل

یعنی آپ کو دنیا کی چیزوں میں عورت کے بعد گھوڑا ہی پسند تھا۔

"**قال قرۃ عینی فی الصلوٰۃ**" فرمایا رسول اللہ ﷺ نے کہ میری آنکھ کی ٹھنڈک نماز میں ہے۔

(وفات کے وقت بھی بار بار "اَلصَّلٰوۃُ وَمَامَلَکَتْ اَیْمَانُکُمْ" فرمایا یعنی نماز اور اپنے زیر دستوں کا خیال رکھنا)

(مسواک بھی وفات تک آپ نے نہ چھوڑی اور کرب کی حالت میں بھی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے لے کر استعمال کیا۔

کَانَ مَوْلاَنَا اِذَا یَمْشِیْ فَیَمْشِیْ		کَانَ یَنْحَطُّ عَنْ مِثْلِ الْجَبَلْ
آپ جب چلتے تھے تو اس طرح جیسے کوئی زینے یا نشیب کی جگہ سے اترتا ہو		

(رفتار آپ کی اتنی پیاری تھی کہ شیخ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے شاگردوں کے سامنے رفتار مبارک کا فوٹو کھینچ کر دکھلایا تو سب بیہوش ہو گئے۔ (ابریز)

اِذَا مَشٰی مَشٰی کَانَ یَنْحَدِرُ عَنْ سَبَبِ

سِنُّہٗ عِنْدَ ابْتِسَامٍ کَانَ نُوْ		راً کَبَرقٍ مِنْہُ یَمْتَازُ السُّبُلُ
آپ کے دانت ہنسنے کے وقت چمکتے تھے بجلی کی طرح، اور اس سے راستے چمک جاتے تھے		

(غالباً یہ آپ کا معجزہ تھا) (لامیہ)

وَاِذَا تَکَلَّمَ رُئِیَ کَالنُّوْرِ یَخْرُجُ مِنْ بَیْنِ ثَنَایَاہُ (ترمذی)

آپ جب بولتے تو دانتوں سے نور نکلتا ہوا دکھائی دیتا تھا۔

اَکْحَلَ الْعَیْنَیْنِ مِنْ غَیْرِ اِکْتِحَالٍ		لَہُ الْاَسْنَانُ غَیْرُ الْمُتَّصِلُ
آپ کی آنکھیں بغیر سرمہ لگائے سرمگین تھیں، اور دانتوں میں فصل تھا		

کَانَ ھُوَ اَکْحَلَ الْعَیْنَیْنِ وَلَیْسَ بِاَکْحَلَ (ترمذی) "آپ کی آنکھیں سرمگین تھیں، حالانکہ ان میں سرمہ نہ ہوتا تھا"۔

(**کَانَ ھُوَ اَفْلَجَ الثَّنِیَّتَیْنِ**) (ترمذی) "آپ کے دانتوں میں فصل تھا، ملے ہوئے نہ تھے"۔

قَالَ خَیْرُ الْخَلْقِ فَخْرُ الْاَنْبِیَا		اِنَّنِیْ عَبْدٌ لِعَلَّامِ الْاَزَلْ
آپ ﷺ بے حد منکسر المزاج اور متواضع تھے، آپ نے صحابہ سے فرمایا کہ تم لوگ میری زیادہ تعریف مت کیا کرو میں صرف اللہ کا بندہ ہوں۔		

صحابہ رضی اللہ عنہ کے مجمع میں جب تشریف لاتے اور کوئی تعظیم کے لئے طیار ہوتا تو فرماتے کہ میرے ساتھ وہ سلوک نہ کرو جو قیصر وکسریٰ بادشاہوں کے واسطے کیا جاتا ہے۔ حالانکہ آپ دونوں جہان کے بادشاہ تھے اور ہیں۔

قال لانطرونی کما اطرف النصاریٰ عیسیٰ ابن مریم انما انا عبد اللہ فقولوا انا عبد اللہ ورسولہ. (ترمذی)

فرمایا رسول اللہ ﷺ نے کہ تم لوگ میری شان میں مبالغہ مت کرو جیسا کہ نصاری نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی شان میں مبالغہ کیا۔ (کہ خدا کا بیٹا کہنے لگے) میں صرف خدا کا بندہ ہوں تم بھی یہی کہو کہ میں خدا کا بندہ ہوں اور اس کا رسول ﷺ۔

لَمْ یَکُنْ فِیْ قَوْلِہٖ اِلَّا "نَعَمْ" ｜ ثُمَّ "لَبَّیْکَ" جَوَابُ مَنْ سَئَلْ

جب آپ ﷺ کو کوئی شخص پکارتا تو آپ جواب میں فرماتے "لَبَّیْکَ"

قَدْ دَعَا لِلنَّاسِ رَحْمًا فِی الْاُحُدْ ｜ یَا اِلٰھِیْ اِھْدِھِمْ خَیْرَ السُّبُلْ

(آپ ﷺ حلیم اس قدر تھے کہ) یوم احد میں (جب کفار نے آپ ﷺ کو تکلیف پہونچائی، پتھر پھینکے تو) آپ ﷺ نے دعا فرمائی کہ اے خدا میری قوم کو بخش دے، یہ جانتی نہیں کہ میں کون ہوں۔

اَلثِّیَابُ الْبِیْضُ وَالْخَضْرَاءُ قَدْ ｜ یَلْبَسُ الْمَوْلٰی نَبِیٌّ ذُوْ نَبَلْ

آپ کبھی سبز اور کبھی سفید لباس استعمال فرماتے، مگر سفید لباس زیادہ محبوب تھا

کَانَ فِیْہِ الْجُوْدُ وَالْاِعْطَاءُ وَ ｜ الْبَذْلُ ثُمَّ الْخَوْفُ مِنْ مَوْلَی الْاَجَلْ

آپ انتہا درجہ کے سخی اور اللہ سے ڈرنے والے تھے

کَانَ مَوْلَانَا حَلِیْماً صَابِراً ｜ لَیِّنًا لِلْکُلِّ حُرًّا اَوْ رُزَلْ

حلیم تھے، مصائب پر صبر کرنے والے تھے،
ہر اچھے اور برے سے نرمی کے ساتھ پیش آتے تھے،

کَانَ اَخْشَی الْخَلْقِ اَتْقٰی مُتَّقٍ ｜ ذَاکِراً فِیْ کُلِّ حِیْنٍ وَالْعَمَلْ

حق تعالیٰ سے بہت زیادہ ڈرتے تھے،
انتہائی پرہیزگار تھے ہر وقت ہر کام میں خدا کو یاد رکھتے تھے

کَانَ سِلْمًا ثُمَّ ھَیْنًا مُغْضِیًا ｜ عَنْ خَطِیْئَاتٍ وَاِیْذَاءٍ جَلَلْ

صلح کرنے والے تھے، لوگوں کی خطاؤں اور ایذا
پہونچانے پر چشم پوشی کرتے تھے

کَانَ اِسْعَافٌ وَاِرْضَاءٌ لَہٗ ｜ شِیْمَۃً فِیْھَا نَبِیٌّ قَدْ کَمُلْ

ہر شخص کو خوش کرنا اور حسب استطاعت اس کی مراد پوری کرنا آپ کی عادت تھی جس میں آپ کامل تھے

کَانَ تَلَّاءً وَبَکَّائًا اِذَا ｜ اللَّیْلُ یَغْشٰی کُلَّ سَھْلٍ وَالْجَبَلْ

راتوں کی خاموشی اور سنسان گھڑیوں میں آپ قرآن کی بے حد تلاوت فرماتے، اور خوب اللہ کے سامنے کھڑے ہو کر روتے اور گڑگڑاتے۔

قَالَ اَتَیْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ وَھُوَ یُصَلِّیْ وَلِجَوْفِہٖ اَزِیْزٌ کَاَزِیْزِ الْمِرْجَلِ مِنَ الْبُکَا. (ترمذی)

ایک صحابی کہتے ہیں کہ میں ایک دفعہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا میں نے دیکھا کہ آپ ﷺ نماز پڑھتے ہیں کثرت گریہ آپ پر طاری ہے اور آپ کے رونے کی آواز اس طرح آرہی ہے جیسے ہنڈیا پکتی ہو۔

سَمِعْتُ الْمُغِیْرَۃَ یَقُوْلُ اِنْ کَانَ النَّبِیُّ ﷺ لَیَقُوْمُ اَوْلِیُصَلِّیَ حَتّٰی تَرِمَ قَدَمَاہُ اَوْسَاقَاہُ (بخاری)

مغیرہ رضی اللہ عنہ سے سنا ہے کہ رسول اللہ ﷺ راتوں کو قرأت اتنی طویل فرماتے کہ آپ کی پنڈلیاں یا پاؤں سوج جاتے۔

وَھُوَ فِی الْاَعْمَالِ وَالْاَخْلَاقِ قَدْ ｜ کَانَ مَحْمُوْداً وَفِیْھَا قَدْ کَمُلْ

(غرض) آپ اپنے اعمال اور اخلاق میں (اتنے) کامل ترین اور محمود تھے (کہ تاریخ نے) اس سے پہلے آج تک ایسے مجموعہ کمالات اور حمیدہ اخلاق کا مجسمہ نہیں پیش کیا۔

رَبَّنَـا صَلِّ عَلٰى خَيْرِ الْوَرٰى ۔۔۔ وَعَلٰى اَصْحَابِهٖ وَالْاٰلِ صَلِّ

اے خدائے قدوس! تو رسول اللہ ﷺ اور آپ کے آل واصحاب پر درود بھیج

مَا سَرَى الْاَقْمَارُ فِي اللَّيْلِ الدُّجٰى ۔۔۔ اَوْ اَتَى السَّحَّاءُ مِدْرَاراً هَطِلْ

(اور اس وقت تک بھیجتا رہ) جب تک کہ چاند نکلتے رہیں، بادل آ آ کر موسلا دھار بارش برساتے رہے۔

اَوْ بَدَا بَرْقٌ عَلٰى جَوِّ السَّمَا ۔۔۔ اَوْ زَكَا شَمْسٌ لِاِخْوَانِ الْعَمَلْ

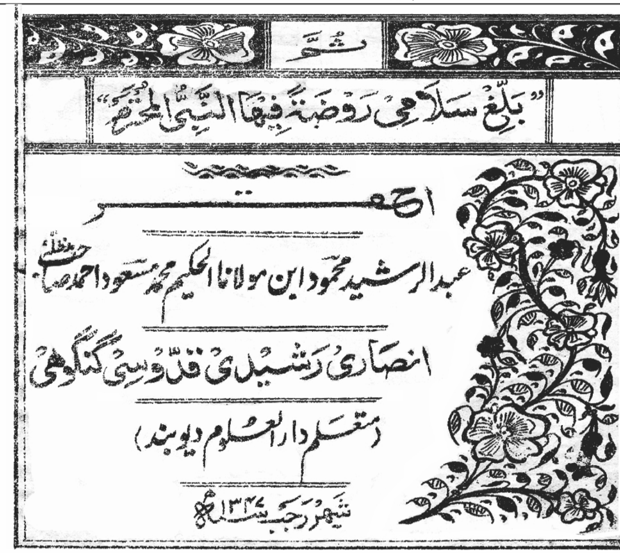
بجلیاں آسمان پر چمکتی اور سورج لوگوں کے لئے نکلتا رہے (یعنی قیامت تک)

رَبَّنَـا اجْعَلْهُ اَحَبَّ الْخَلْقِ لِيْ ۔۔۔ ثُمَّ اَحْسِنْ مَرْجِعِيْ وَالْمُرْتَحَلْ

اور اے خدا! رسول اللہ ﷺ میرے لئے سب سے زیادہ احب ومحبوب اور پیارے ہوں، اور میرا خاتمہ بالخیر ہو

وَاعْفُ عَنِّيْ ثُمَّ جَنِّبْنِي اللَّظٰى ۔۔۔ ثُمَّ طَهِّرْنِيْ كَثَوْبٍ قَدْ غُسِلْ

میرے رب! میری غلطیوں پر قلم عفو کھینچ دے، مجھے نار دوزخ سے بچائے رکھ، اور خطاؤں سے دھلے ہوئے کپڑے کی طرح صاف فرمادے۔ (آمین)



تهدية القصيدة

اِلیٰ جناب سید العرب والعجم محمد صلی اللّٰہ علیہ وسلم
من احقر الطلبۃ ابن مسعود الانصاری

يَا نَبِيَّ اللّٰـهِ يَا خَيْرَ الرُّسُلْ ۔۔۔ جَاءَكَ الْمِسْكِيْنُ بِالْجُهْدِ الْمُقِلْ

یارسول اللہ! یہ مسکین اپنی تھوڑی سی کمائی لے کر حاضر ہوا ہے۔

هُنَّ اَبْيَاتٌ حَقِيْرٍ نَظْمُهَا ۔۔۔ وَكَثِيْرٌ فِيْ مَعَانِيْهَا الْخَلَلْ

یہ تھوڑے سے اشعار ہیں جو معانی کے اعتبار سے (میں جانتا ہوں کہ) بہت ہی کم اور ناکافی ہیں۔

هٰذِهِ الْاَبْيَاتُ قَدْ اَنْشَاْتُهَا ۔۔۔ ثُمَّ اَهْدَيْتُ لِمِقْدَامِ الرُّسُلْ

تاہم یہ آپ کی جناب میں اس لئے پیش کر رہا ہوں۔

كَيْ تَكُوْنَ الذُّخْرُ لِلْعُقْبٰى وَبِيْ ۔۔۔ يَرْتَضِي رَبِّيْ وَمَوْلَانَا الْاَجَلْ

تاکہ میرے لئے ذخیرۂ آخرت وصدقہ جاریہ ہوں آپ اور آپ کا رب مجھ سے راضی ہو۔

يَارَسُوْلَ اللّٰهِ كُنْ لِيْ شَافِعًا ۔۔۔ جَاءَكَ الْمَحْمُوْدُ فِيْ ثَوْبِ الْاَمَلْ

یارسول اللہ! خادم محمود بڑی بڑی امیدیں لے کر حاضر ہوا ہے، اسے یوم شفاعت میں نہ بھولئے گا۔

اِنَّمَا اُمِّيْ اَبِيْ نَفْسِي الْفِدَا ۔۔۔ ءِ لِقَبْرٍ فِيْهِ مَخْدُوْمُ الرُّسُلْ

میں اور میرے ماں باپ اس قبر پر قربان ہو جائیں جو آپ کی آرام گاہ ہے۔

رَبَّنَـا صَلِّ عَلَيْكَ مَاتَوَا ۔۔۔ لَتْ دُهُوْرًا وَغُدْواً وَالْاَصَلْ

آپ اور آپ کے آل واصحاب پر اللہ جل جلالہ اس وقت تک درود بھیجتا ہے جب تک کہ زمانے اور صبح وشام کا دور قائم رہے۔☆

شیخ طریقت حبیب الامت حضرت مولانا

ڈاکٹر حکیم محمد ادریس حبان رحیمی ایم ڈی حفظہ اللہ

کی مزید تالیــــفات

1 خوابوں کی تعبیر اور ان کی حقیقت (اول دوم)
2 انوارِ طریقت
3 امت کے روشن چراغ (اول دوم سوم)
4 عورت پر اسلام کی مہربانیاں
5 اسلام میں عورت کی عظمت
6 مفتاح الصلوٰۃ
7 زیاراتِ حرمین شریفین
8 طالبات تقریر کیسے کریں (اول تا دہم)
9 خواتین کے لئے منتخب تقاریر
10 تصوف اور سلوک کی حقیقت
11 عملی زندگی
12 مجالس حبیب الامت
13 خطباتِ رحیمی (اول تا دہم)
14 سفرنامہ جنوبی ہند تا جنوبی افریقہ
15 بیاضِ حبان
16 بحرطب سے چند موتی
17 اعمال سالکین خصائل عارفین
18 انوار السالکین
19 اسرارِ طریقت
20 قرآن وسنت کی روشنی میں تصوف کی حقیقت
21 گناہوں کے انبار (اول دوم)
22 فیضانِ گنگوہیؒ
23 افاداتِ حکیم الامتؒ
24 رمضان المبارک کے فضائل ومسائل (اول دوم)
25 خواتین کے لئے اصلاحی تقاریر
26 مستورات کے لئے انقلابی تقاریر
27 اہل معرفت کی راہیں
28 ملفوظاتِ حبیب الامت
29 خطباتِ رمضان المبارک (اول تا چہارم)
30 خطباتِ حبان برائے دختران اسلام (اول تا دہم)
31 تفسیری خطباتِ حبان (جلد اول)
32 صحت مند زندگی کے راز
33 ایمان اور اعمالِ حسنہ

☆☆☆

تفسیری خطباتِ حبان

’’تفسیری خطباتِ حبان‘‘ قرآنِ مجید کی منتخب آیات کا ترجمہ اور قصائصِ قرآن وخلاصۂ تفسیر کا عام فہم مجموعہ ہے، جس میں عربی خطبہ کے بعد حضرت سیماب اکبر آبادی رحمۃ اللہ علیہ کے منظوم ترجمۂ قرآن سے آیات کے اردو اشعار بھی لگائے گئے ہیں، اسی طرح علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ کے منتخب اشعار اور چند قرآنی قصائص بھی جا بجا لائے گئے ہیں۔ تاکہ سامع کے لئے نشاۃ اور دلچسپی کا باعث ہو۔

592 صفحات پر مشتمل یہ کتاب ائمہ، واعظین، خطباء، مبلغین اور تازہ واردان بساطِ تفسیر کے لئے مختصر وقت میں منزلِ مطلوب تک پہونچ جانے کے لئے بیش قیمت زادِ راہ ہے۔ قیمت:..................

زیاراتِ حرمین شریفین

’’زیاراتِ حرمین شریفین‘‘ ایک ایسی جامع کتاب ہے جس میں نہ صرف حج وعمرہ کا طریقہ بلکہ تمام اورادو وظائف، مسنون اور مستحبات ادعیہ، مقاماتِ مقدسہ کی نشاندہی، تاریخی پس منظر، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا عملاً طریقۂ کار، دلائل ومسائل، قصائص قرآنی واحادیثِ نبوی، درود وسلام، مناجات وادعیہ اور آدابِ حرمین مفصل بیان کئے گئے ہیں، اس کتاب کی ایک خصوصیت یہ بھی ہے کہ اس میں جدید سائنسی تحقیقات وغیرہم شامل کی گئی ہیں غرض 400 صفحات پر مشتمل یہ مجموعہ زائرین حرمین شریفین کے لئے ایک ایسا دفتر ہے جس میں وہ اپنی تمام تشنگی کو بجھا سکتے ہیں۔

قیمت:..........................

خوابوں کی تعبیر اوران کی حقیقت

خواب ایک حسین ودلکش منظر ہے جسے دیکھ کر انسان اس کی تعبیر کے لئے بے چین ہوجاتا ہے۔ زبانِ اردو میں ابھی تک کوئی مستند کتاب وجود میں نہ آئی تھی ہاں مختلف کتب خصوصاً ابن سیرین کے تراجم ضرور شائع ہوئے۔ طبقہ اردو کی اس تشنگی کا مداوا ''خوابوں کی تعبیر اوران کی حقیقت'' مصنف حبیب الامت حضرت مولانا ڈاکٹر حکیم محمد ادریس حبان رحیمی کے ذریعہ ہوا ہے، دوجلدوں پر مشتمل یہ ایسی جامع اور مستند ومجرب کتاب ہے جس میں خواب سے متعلق بے شمار موضوعات پر بڑی گرانقدر معلومات درج ہیں، قرآن وحدیث کی روشنی میں انبیاء، صحابہ، بزرگانِ دین اور صلحائے امت کے خوابوں وتعبیرات کے اجمالی تذکروں، جابجا خوابوں سے متعلق شعراء کے اشعار سے کتاب مزین ہے۔ لغت کی طرح حروفِ تہجی سے مختصر تعبیروں کی ایک طویل فہرست دی گئی ہے جس سے فائدہ یہ ہے کہ ایک معروف آدمی منٹوں میں اپنے خواب کے اجزاء کو یکے بعد دیگرے دیکھ کر ان کی تفصیلات کی روشنی میں ایک جامع تعبیر اخذ کرسکتا ہے۔ اس کتاب میں دورہ جدید کی تمام نئی ایجاد شدہ اشیاء کی تعبیرات کو مختصراً جمع کردیا گیا ہے، جس سے پرانی کتب کے بالمقابل دورِ جدید کے تقاضوں کی تکمیل ہوتی ہے۔ ''خوابوں کی تعبیر اوران کی حقیقت'' (اول ودوم) حبیب الامت حضرت مولانا ڈاکٹر حکیم محمد ادریس حبان رحیمی حفظہ اللہ کی ایک شاندار، قابل قدر تصنیف اور ایک علمی کارنامہ ہے بلکہ اردو زبان میں ایک نایاب تحفہ ہے، جس کی مثال دورِ حاضر میں نایاب ہے، انشاء اللہ تعالیٰ اس کتاب کے ذریعہ قارئین خوابوں سے متعلق بے شمار فوائد حاصل کرسکیں گے۔

قیمت:..................

خطباتِ رمضان المبارک

خوشخبری ہے خطباء وواعظین اور قدردان رمضان المبارک وجویان برکات وفضائل ماہ صیام کیلئے کہ رمضان المبارک کی فضیلت وفرضیت اور اہمیت، روزہ، تراویح، تہجد، سحر اور تلاوت قرآن کے فضائل، زکوٰۃ کی فرضیت واہمیت اور اعتکاف کے اہتمام اور دیگر مضامین جو ماہِ مقدسہ کے اعمال کی ترغیب وترقی، قرآن وسنت کے سرچشمے سے مستند واقعات وقصص، امثال ودلائل سے مزّین ہے ''خطباتِ رمضان المبارک'' کے نام سے چار جلدوں پر مشتمل مکتبہ طیبہ نے شائع کی ہے۔ وہ خطباء جو اپنے خطاب اور بیان میں دقیق اور مشکل الفاظ سے احتراز کرتے ہیں اور اپنے بیان کو عام فہم رکھنا چاہتے ہیں یا ماہِ رمضان سے متعلق تمام فضائل ومسائل، دلائل وواقعات اور عبادات، اوامر ونواہی کو ایک ہی کتاب میں یکجا چاہتے ہیں اس سلسلہ میں ''خطباتِ رمضان المبارک'' جو عام فہم اردو زبان میں ترتیب دی گئی ہے ان کیلئے انشاء اللہ تعالیٰ انتہائی مفید ثابت ہوگی۔ اس کتاب کی ایک خصوصیت یہ بھی ہے کہ تمام خطبات میں قریباً ہر صفحہ پر ذیلی سرخیاں لگائی ہیں تاکہ مضامین اور موضوعات کے انتخاب میں دشواری نہ ہو۔ یہ خطبات حبیب الامت حضرت مولانا ڈاکٹر حکیم محمد ادریس حبان رحیمی مدظلہ العالی خلیفہ ومجاز پیر کامل الحاج مصطفیٰ کامل رشیدی اعرابیؒ (نبیرہ حضرت گنگوہیؒ) وخلیفہ ومجاز حضرت حاذق الامت حکیم ذکی الدین احمد صاحبؒ پرنامبٹ (خلیفہ ومجاز حضرت مسیح الامتؒ) کی وہ تقاریر ہیں جو مرکزی جامع مسجد دارالعلوم محمدیہ بنگلور ودیگر مساجد میں رمضان المبارک کے مختلف موقعوں پر کی گئی ہیں۔☆

قیمت:..................